

سین کی کجیاں

”مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے کیا ہو گا؟“ ہاتھ میں تھامے کانڈ پر انٹروڈوٹاتے ہوئے وہ اچھی خاصی شکر لاتی ”ارے کچھ نہیں ہو گا“ رٹا ہے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا اس کا حوصلہ پرمٹانے کی کوشش کی۔

”میری زندگی کا پہلا موقع ہے یہ لڑکھڑا مشاعرہ اور میں ان سب میں تو آسوز ہوں۔ اتنے بڑے بڑے شاعر ہوں گے وہاں۔ میں کیسے پڑھوں گی ان کے سامنے۔“ جیسے پہلے پڑھتی رہی وہ یونہی ہی میں کلج میں۔ اسی طرح ان سب کے سامنے بھی پڑھ دیتا۔ ”مجھے یونہی ہی کی اور بات تھی وہاں یہ ساتھی

اسٹوڈنٹس اور ٹیچرز ہی ہوتے تھے اور یہی تو پورے ملک کے نامی گرامی شعراء ہوں گے میں تو انہی سے نرم ہوں رہی ہوں۔“ اس نے بے چارگی سے رٹا ہے اور ہاتھ کی طرف دیکھا۔

”تم پڑھو تا میرے سامنے اور یہ تصور کرو جیسے مشاعرے میں سب کے سامنے پڑھ رہی ہو۔“ کل نے کانڈ پر لکھی غزل اس کی طرف بڑھائی۔ یہ غزل اس نے یونیورسٹی میں دوسرے واسٹے بین الٹراٹی مشاعرے میں پڑھی تھی اور سلا انعام حاصل کیا تھا۔ پھر اس نے ایک ادبی بابائے میں بھی پڑھی۔ اسے جیتنے کی امید تو نہیں تھی مگر اس وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی

مکمل ناول



جب ادبی رسائل کے ذریعہ اسے خط ملا۔ پروانے اس کے بعد اپنی پانچ اور تخلیقات بھی ان کو بھیجی۔ جس پر اسے انگریزی خطوں موصول ہوئے۔ پھر ان مدیر کے توسط سے اس کا رابطہ دیگر شعراء سے ہوا اور ان ہی کے توسط سے اسے مقامی مشاعرے میں حصہ لینے کا موقع ملا۔

یونیورسٹی میں تو وہ مشہور ہوئی تھی مگر اب ادبی حلقوں میں بھی اس کی پذیرائی کا آغاز ہو چکا تھا۔ جس کا ثبوت یہ دعوت نامہ تھا اسے تو سب پانچ خواب نگ رہا تھا جیسے وہ آنکھ کھولے گی تو نوٹ جلتے جگ رہا۔ اور کلی اس کی کزن بھی تھیں اور دوست بھی۔ اپنے خوف اور حیرت کا اظہار اس نے سب سے پہلے ان دونوں کے سامنے ہی کیا۔ پر کل ظالمیں ہی نہیں لائی۔

”پیلو پر جواب“

وہ عین اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ پروانے اپنا حوصلہ جمع کیا اور بڑے اطمینان سے غزل پڑھ دی۔ ”گزل اس غزل کے ساتھ ایک اور غزل یا نظم بھی پڑھ دیتا۔“ راجا نے اس کی خاموشی والی نگاہوں پر استہساں کر لیا۔

”پڑھو کون سے پہلوں کی؟“ اب اسے کپڑوں کی فکر لاحق ہوئی تو راجا نے اور ماہ کل اس کے کپڑوں کی الماری کھول کر کھڑی ہو گئیں۔

یہی وہی اور بحث کے بعد پروانے کو فیوضی لانا شرت کے ہمراہ چنگ پرندہ پانچواںہے دیکھ پسند آیا۔ شرت پہ بہت خوب صورت گیس گئی تھی ساتھ چوڑی دار پانچواںہے اس نے بہت شوق سے بنوایا تھا۔ راجا نے بہت چاہو سے چوڑیاں بھی دکھائیں۔

”یہ دونوں سیٹ بھی پہننا تم کھانوں میں۔“ فیوضی اور گلانی پہنک چوڑیاں اس نے پروا کی بیڑ کے ساتھ میل میلا کرتے ہوئے یاد دلائی کہ لائی۔ ہاتھ لگنے سے وہ تیز کر ہم رنگ اس کا رنگ بھی نکال دیا۔ ساتھ تلوں والی بہت تازک اور اسٹائلس سی ہوئی ہو۔

ان دنوں سے بار بار غزلیں اور نظم پڑھاتے پڑھاتے رات گئے سونے سے پہلے تک یہ محنت چلتی رہتی۔

اگرچہ اور انجم بخاری دیکھ دیکھ کر شرت سے پروانے کی ایک ہی توالی تھی۔ جس کو دیکھ کر وہ حقیقی محنت میں بیٹھتے تھے۔

انجم بخاری ڈاکٹر تھے جبکہ اقوام ہاؤس ڈانف تھیں۔ ان کا رادہ پروانے کو بھی ڈاکٹر بنانے کا تھا مگر اس کا رجحان اس طرف نہیں تھا۔

وہ شریوں سے ہی بہت اچھی اور اپنے استاد کی مشہور نظر قاب رہی تھی۔ کھیل کامیڈان ہو کہ تقریری مقابلہ یا کوئی میزبانی ایونٹ ہو وہ ہر جگہ نمایاں ہی رہتی تھی۔

اس کے سرے میں تقریری سرٹیکس اور ٹرانزیشن تھی ہولی ہر تے جانے والے کو اس کی دلچسپی اور کامیابی کی کہانیاں سناتی تھی۔ جنہیں سن سن کر اس کا سرخرو سے بلند ہونے لگتا تھا۔

یونیورسٹی میں داخلے کے وقت اس نے اپنی مہربانی سے انٹریشنل ریشز کو پیلو مشہور چنا۔ ایڈیشن کے بعد حسب عادت اس نے دور و دور سے غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لیتا شریوں کو دیا اور کچھ ہی عرصے میں اس کا شمار یونیورسٹی کے قابل ذکر طلباء میں ہونے لگا۔ غیر نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ پڑھائی پر بھی برقرار تھی یہی وجہ تھی کہ جب پہلے سمسٹر کا رزلٹ آؤٹ ہوا تو ہمیشہ کی طرح وہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئی۔

دوڑی در شہوار سلوٹی اور راجیہ ایکٹے جیسے شام کی چائے پی رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں فیصل بخاری اور اور پیر بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ کھیل دونوں سے کمرہ ہی تھا۔ اس سے پہلے وہ مسلسل کچھ مینیوں سے بڑی تھا۔ حالیہ کیس کو کامیابی سے عمل کرنے

کے بعد اس نے پولیس ڈپارٹمنٹ سے کچھ دن کی چھٹی لی تھی تاکہ ذہنی اور جسمانی طور پر پھر سے تازہ و تازہ کر اپنی پسندیدہ سرگرمیوں میں حصہ لے سکے۔

ان دنوں وقت میں دو چیمپا جانا ٹینس کھیل لیتا۔ لیکن سرگرمیوں میں بھرپور دلچسپی اس کا ساتھ باہر دیتا۔ چونکہ صرف ان کا ہی ٹینس کزن بھی تھا۔ فیصل اور پیر کے والد بھی ان میں بھائی تھے۔ دونوں کے گھر بھی ایک ہی تھے۔ دونوں ڈاکٹر تھے اور ایک چھوٹا بھائی اور چھوٹی بہن تھیں۔ فیصل اور شہوار اور حنا تھیں۔ لیکن بھائی تھے۔

پیر کی صرف ایک بہن سلوٹی تھی۔ راجیہ ان کی چھوٹی بہن کی بیوی تھی جبکہ ورنی بڑی خالہ کی صاحبزادی تھی جو انٹر واکاٹ انٹی کے گھر بانی تھیں۔

راجیہ اور سلوٹی کو کل ایک مشاعرے میں جانا تھا۔ دونوں قائد اعظم یونیورسٹی میں آئٹے زیر تعلیم تھیں۔ انہی کے حوالے سے باتیں ہو رہی تھیں۔

”بھاری لائف میں کوئی نیا پن نہیں ہے وہی روز کی روٹیں لگی رہتی ہیں زیادہ سے زیادہ ہیرا جگر ہو گئی کہ ان اور پیر میں سیارا کتنی دور لائف ہے بخاری۔“ راجیہ نے بڑے عقلمندانہ انداز میں سب کو دیکھا تھا۔

”ہاں تم ٹھیک کہتی ہو“ پہلے کبھی کبھار ہم لوگ میوزک کمرے میں بھی جتے جاتے تھے اور اب جاتے ہوئے ڈول لگاتے کہ گھر واپس آنا ہی افسانہ ہے۔“

پیر شہوار نے ان کی باتیں سنیں ہاں مگر تو سلوٹی کی آنکھیں لپکتی تھیں۔

”آپ کو پتہ ہے کل مشاعرے میں بھاری یونیورسٹی کی پروانہ کل بھی حصہ لے گی اس لیے تو ہم بھی جا رہے ہیں۔“ سلوٹی نے اطمینان کی نظر سے بھاری کو مشاعرے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ان سب کی وجہ سے بائیں خواست جانے کے لیے راضی ہو گیا۔

تراب بخاری ڈی ایس جی کے خد سے سکدوش ہوئے تھے۔ ان کا سرو میں رد کاوڑ بے داغ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ شریوں سے ہی فیصل کا آئینہ ملنے لگے اسی وجہ سے ہی ایس ایس کرنے کے بعد اس نے پولیس ڈپارٹمنٹ جوائن کیا تھا جبکہ پیر نے اپنے والد راجیہ بخاری کی طرح پولیس میں ان کا ہاتھ پٹانے کو ترجیح دی تھی۔

اس پورے خاندان کی محبت آپس میں مثالی تھی۔ جس نے سب کو ایک دوسرے میں باہر جاتا تھا۔ وہ بہت مغفورا یکم کی تھی۔ ان کی محبت کرنے والی مشفق وادہ جو ان سب سے یکساں محبت کرتی تھیں۔ وہ سب ان سے بہت قریب تھے۔ وہ سب کی خوشی و غم سکھ میں شریک رہا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہر کوئی ایس چاہتا تھا۔ فیصل بخاری ان کا سب سے لڑنا تھا۔ پیر تو وہ شریوں اور پیر سے بھی گرتی تھیں مگر فیصل سے انہیں کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔

در شہوار اور پیر کی شادی کے بعد سب کی نظریں فیصل کی طرف مرکوز تھیں۔ خود مغفورا یکم چاہتی تھیں کہ اس کی شادی ان کی زندگی میں ہی ہو جائے۔ اس کے لیے چکے چکے لوگوں دیکھی جا رہی تھیں۔

بڑی چھوٹو کابی تھا کہ فیصل کی دلہن راجیہ بنے اور خالہ کا بھی کچھ ایسا ہی ارادہ تھا مگر فیصل نے سنا۔ سنا کہ وہ تھا کہ مجھے خاندان کی سب لڑکیوں بہنوں کی طرح تگتی ہیں۔ اس بات پر بڑی چھوٹو اندر ہی اندر خفا تھیں کہ فیصل نے اتنا ہمانہ تراشا ہے۔ پھر بھی اندر ہی اندر انہوں نے اپنی خوشیں جاری رکھی ہوئی تھیں۔

”کیوں نہ آپ بھی کل مشاعرے میں ہمارے ساتھ چلیں۔ کیوں باہر بھائی کیا خیال ہے؟“ اس نے بھائی کو بھی ساتھ کھیٹ لیا۔ وہ فیصل سے باتوں میں مصروف تھا پتہ تک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

”بھائی آپ بھی چلیں نا ہمارے ساتھ۔“ سلوٹی نے ان کا ہاتھ پکڑا۔

”مشاعرے میں اور کہاں۔ ذرا چھٹی ہو جائے گا“ پیر فوراً گیلے پیر نے فیصل کو بھی آفر کر دی۔

اسے نامی کر اسی شعر سے ملے اور قریب سے دیکھتے
کا پرانا مویہ تھا۔ ایک وقت وہ خوش بھی تھی اور
نروں بھی۔
مشاعرہ شروع ہو چکا تھا۔ گاہے بگاہے اپنی گلاس
فیلو پر نظر ڈال کر اس کی ہمت بڑھ جاتی۔ رہا یہ اور
اہل دل و دماغ۔ قریب سے پروا کی ہمت بڑھ رہی تھی۔
فیصل نے آگے دامن بچانا چاہا کہ میں تب لوگوں کو
ڈراپ کر کے کاشت کی طرف چلا جاؤں گا مگر بارہنے
ایک نہ چلنے دی۔ سلوی اور راجیہ کی خوشی دیکھ کر
ان کے ساتھ وہی بھی شوق میں چلی آئی تھی کہ میں
نے کبھی کسی شاعر کو قریب سے نہیں دیکھا۔
وہ اگلی صفوں میں تھے۔ اسٹیج کے سین سامنے اس
وقت ایک نوآموز شاعر اپنے کلام سنار تھا۔
حاضرین محفل میں ہر طبقہ فکر کے لوگ شامل تھے۔

اس لیے محفل میں بڑی رنگارنگی سی تھی۔
"اب اپنا کلام پیش کرنے کے لیے پروا اوز گل
تشریف لاتی ہیں۔" صدر مشاعرہ اس کا نام پکار رہے
تھے۔
"او گل اور رخا۔" نے آنکھوں آنکھوں میں ان کا
حوصلہ دیکھا۔
صرف ایک لمبے کی بات تھی۔ شرکاء پر نظر
پڑاتے ہی پروا کا اعجاب محفل ہو گیا۔ اس نے نازک
باتیں سے مائیک کا سن اپنی طرف موڑا۔
"بے دھاری یونیورسٹی کی پروا اوز گل! دیکھیں
کتنی بھاری ہے۔" سلوی فیصل کی سیٹ سے تیرے
نہیں پہنچ رہی تھی۔
اس نے اپنا کلام شروع کیا تو وہی کی آنکھوں میں
پسندیدگی اترنے لگی۔

گزری ہوئی رات سے ڈر لگتا ہے
نہ چھیر کہ جگر کی بات سے ڈر لگتا ہے
نہ جانے بل کیا کریش میرے ساتھ
کیا کون اپنی ہی ذات سے ڈر لگتا ہے
پروا اوز گل اپنی مخصوص دلکش آواز میں کلام پیش

کر رہی تھی۔ بارہ شہوار اور راجیہ کے ساتھ اب
فیصل بھی متوجہ تھا۔
اس کی آواز کا دلکش زیریں ہم پوری طرح حاضرین
محفل کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔
فیصل کی نگاہ اس پر تہی گئی تھی۔ ایک پر غور سی
تمکنت اور مضمون پر سرگئی اس حسینہ کے سراپے
سے ہماکتی محسوس ہو رہی تھی۔
اسی وہ اپنی ایک نظم "سار سائیاں" سنار رہی تھی۔
فیصل بھی اوروں کی طرح اس کی دلکش آواز میں ہم
ساتھا۔ وہ اپنا کلام سنار کر چا چکی تھی۔ بارہ نے فیصل کی
دلچسپی محسوس کر لی تھی۔
"کیا بات ہے؟" اس نے فیصل کی طرف جھکتے ہوئے
چہرہ پر اس نے بھی میں سر ہار دیا۔
آنکھوں میں چمک لیے لیے میں دلکش کھنک
سوئے وہ ہمت سے شعراء کو اپنی طرف متوجہ کر چکی
تھی۔

مشاعرہ کا اختتام ہوتے ہی راجیہ اور سلوی پروا کی
طرف بڑھ گئیں۔ آخر کو ان ہی کے پیار ٹھٹھکی تھی۔
سلوی نے در شہوار بھی بھی اور وہی کو بھی گھسیٹ لیا
اور سیدھی پروا کے پاس جا کر لی۔ وہ ہمت خوش تھی
ساتھی اسٹوڈنٹ کو اپنے درمیان پا کر سلوی نے بھی
دل کھول کر اس کی تعریف کی ساتھ در شہوار اور وہی کا
تعارف بھی کر دیا۔

"پروا! میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔"
راجیہ نے لٹکے ہاتھوں اپنی خواہش بیان کر دی۔
"چیکریں نہیں میں آپ کی دوستی تو دوں۔" پروا
ہولے سے مسکلی۔ اور حریفان اور پیرائیں ہی ہوتی
رہے تھے جو اچانک ہی ان کے پاس سے اٹھ کر جانے
کھل چکی تھی۔
"بارہ! وہاں نہیں گھر بھی چلتا ہے۔ تو تو بچ ہی گئے
ہیں۔" آت اب غصہ آ رہا تھا۔
"جو چلتے ہیں وہ نہ ان کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔"
بارہ نے قدم آگے بڑھائے تو پھر اسے بھی تھک

کر رہی تھی۔
"نہیں نہیں جانا۔ رات اور جی کرنا رہے گا اور
تو نہیں۔" پروا کی پشت اس کی طرف تھی وہ اسے نہیں
دیکھ پاتا۔ لیکن اس کا مخاطبہ چاروں ہی تھیں۔
"اوہ فیصل بھائی ہیں۔ پروا! یہ میرے کزن اور
در شہوار بھائی کے بھائی ہیں فیصل لغاری۔ اسٹیج
پر نہیں ڈرا ٹھٹھ میں ہیں۔" سلوی نے اس کا
تعارف کرتے کر لیا تو پروا نے سر نہ ڈر کر اپنی ہی نگاہ
اس پر ڈالی تو فیصل نے بغور اسے دیکھا یہ تو وہی شاعر
تھی جس کے ایک ایک شعر خوب یاد رہی تھی۔
جنازب نقوش اور یادانی چمک دار آنکھوں سے سجا
ہوا سر پہ چمک لکھنارف اوڑھے یہ لڑکی خاصی حد تک
بے نیاز لگ رہی تھی انداز میں واضح تمکنت نمایاں
تھی۔

"یار! یہ تو بچ کی شاعر بلکہ کسی شاعری جیتی جاگتی
غزل نگ رہی ہے۔" بارہ نے دوبارہ اس کی نگاہوں کے
از بکار کو محسوس کر لیا تھا۔ فیصل نے سر تہی کیا۔
"تو ان لوگوں سے قدرت ہٹ کر ٹھٹھ تھے۔
"میں اس میں پہنچ کر آتا تھا کہ اس کے سامنے پروا کا پورا
سر لٹکایا تھا۔ اس نے اپنے آپ میں بے چینی سی
محسوس کی پھر وہ بعد در شہوار سمیت ان تینوں سے
بھی پروا سے اجازت چاہی۔
سلوی ہمت چمک رہی تھی۔

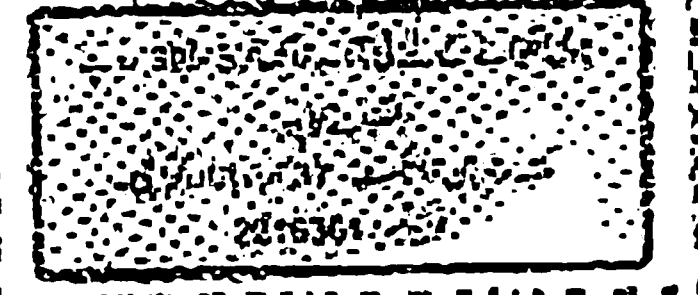
"یہ جو تمہارے پیار ٹھٹھ کی شاعر ہے؟ ایک دیوان
اس کا بہت دم ہو گا۔" وہی نے گاڑی میں بیٹھے ہی
چین کر لی۔
"نام تو اس کا ابھی بھی خاصا مشہور ہے۔" ترن کے
مشاعرے میں دیکھا نہیں تھے بڑے بڑے شاعروں
کے ساتھ ساتھ پروا جیسی ادبی میدان میں نووارد شاعر
کو بھی دعوت دی تھی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ
ادبی حلقوں میں اس کا تعارف ہونے لگا ہے۔" فیصل
خاموشی سے ان کے چہرے سنار رہا۔

راجیہ اور سلوی اب پروا کے گروپ میں شامل ہو
چکی تھیں۔ وہ اسے مہمائی سے ملوانے لگی تھی۔
لالہ زار میں انہیں قاری کاؤٹس پرنٹ چھوٹا سا گھر
خوب صورتی اور سادگی سے سجایا تھا۔ اس میں راجیہ
اور سلوی جیسے شاندار اور ویلڈیکو مشد گھروالی بات
نہیں تھیں۔ گھر والی کسی بھی حرکت یا بات سے اس کا
الٹنا نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے مقابلے میں وہ خود کو کمتر
تصور کرتی۔ راجیہ اور سلوی نے وہیں بیٹھے بیٹھے
اقراء اور پروا کو بڑے خلوص سے اپنے ہی آنے کی
دعوت دی۔ خاص طور پر راجیہ چاہتی تھی کہ پروا
جلد از جلد ان کے گھر آئے۔

ڈاکٹر انجم خود اسے راجیہ کے گھر ڈراپ کر کے
آئے۔
"پہلی بار آئی تھی اس لیے اس نے مشہور ہو کر
سے بطور خاص ایک لیا تھا ساتھ خوب صورت گل پتہ

ادارہ خواہن ذرا محنت کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت مائل

500/-	نشانہ ہمدردی	نہا کی ایک جہن
200/-	نشانہ ہمدردی	خوشی کا کوئی ٹھٹھ
400/-	نشانہ ہمدردی	خوشی کے ہمدرد
200/-	نشانہ ہمدردی	تو بہت چھٹا شہرت
450/-	آپ مرزا	دل ایک شہر
500/-	نشانہ ہمدردی	آپ مرزا



قبل موصوفہ کی مناسبت سے پروانے لان کا نہایت دیدہ زیب سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا۔ راجہ نے خاطر تواضع کے نام پر بہت کچھ تیار کر دیا تھا تاکہ پروانے اس کا ہوا تاثر بہت اچھا پڑے۔ پروانہ اس نے سارا گھر دکھایا۔ اس نے دل کھول کر حریف کی عمر اس تعریف میں مرقوبیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ راجہ کا دل بچہ سا گیا۔ اس نے پروانہ کو لایا ہی اس لیے تھا کہ وہ اس کا گھر اور رہن سہن دیکھ کر متاثر ہو نہ جائے کیونکہ اسے پروانہ کی پذیرائی سے عجیب سا حسد ہونے لگا تھا۔ اس نے دیشی میں پہل بھی اپنی دھاک بٹھانے کے لیے کی تھی۔ ہر چند کہ لڑکیوں میں کی حیثیت سے متاثر نہیں ہو سکتا مگر وہ گروپ میں ممتاز تھی۔ ساتھ راجہ کو اپنی کم صورتی کا بھی طرح احساس تھا وہ معلوم سے احساس کمتری کا شکار ہو رہی تھی جب سے پروانہ کے گروپ میں شامل ہوئی تھی تب سے اپنی شکل و صورت کے بارے میں بے زبان ہی سوچنے لگی تھی۔

راجہ کے بانی دو گھنٹے گزار کر وہ اپنی کی تیاری کر رہی تھی جب راجہ اسے سلوئی کی طرف لے آئی کہ کچھ پائیں ہی تو گھر تھا ایک ہی سیکڑ میں۔ پروانے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔

راجہ نے پروانہ کی آند کا بیانیہ نہیں تھا۔ اس کی اچانک آمد سے سلوئی بہت خوش ہوئی۔ وہ شہوار بھی وہیں ان کے پاس بیٹھ گئی۔ دنیا جہن کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شہام کو باہر بھی آؤں۔ سے لوٹ آیا۔ پروانے اس کا تھوڑا بہت تحارف مشاعرے میں دوچکا تھا۔ وہ اسے بہت اپنائیت سے ملا۔ جواباً پروانے بھی بڑے سلیقے سے انھیں اجواں پوچھا۔

سارا ایک گھر جو سلوئی اور باہر کی دلدل تھیں۔ وہ بھی پروانے سے مل کر بہت خوش ہو گئی۔ سلوئی کی تقریباً ساری سہیلیاں ان کے گھر آتی جاتی تھیں اور ساری دوستوں میں انھیں پروانہ بہت مہذب، باشعور اور سادھی ہوئی مگی تھی۔ پروانہ چلی ملاقات میں ہی انہوں نے اس کا اظہار کر دیا کہ آتے جلتے رہنے کی تائید بھی کی۔ کافی تاہم ہو گیا تھا۔ ہم صاحب ابھی تک اسے اپنے

نہیں آئے تھے۔ اس نے فون کیا تو پتہ چلا کہ وہ اس وقت اپنے کینک میں تھے اور مریضوں میں مصروف تھے۔

"تو بس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔" راجہ نے حیرت سے ہنسنے لگا پوچھا کہ۔

"اصل میں ماما کیلی ہوتی ہیں تا تو پریشان ہو جاتی ہیں۔" اس نے بتایا۔

"ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا ڈونٹ ڈری۔" سلوئی نے تسلی دی مگر اس نے انکار کر دیا۔ "چلو میں اور باہر چلتے ہیں۔ تمہیں ڈراپ کر آتے ہیں۔" وہ شہوار نے اچانک ہی جیسے اس کی پریشانی کی وجہ سمجھ لی تھی۔ باہر جو کسی کاڑھی اشارت کر کے گیٹ تک لایا کسی وقت فیصل وہاں آ رہا۔ وہ ابھی واپس کیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ باہر سے کچھ پوچھتا تو شہوار سلوئی کی ہمرای میں پروانہ کی چٹائی باہر کے پاس آ کر کی۔ فیصل نے خود ہی آداب میزبانی نبھاتے ہوئے سلام کیا۔

"انہیں ڈراپ کرنے جا رہے ہیں لالہ زار۔ واپسی کب شب ہوگی جب تک تم فریض ہو جاؤ۔" فیصل کی سوتیلہ لڑکیوں کے جواب میں باہر سے ٹوٹتا ہوا آیا۔

واپسی پہ بھی ان تینوں کے درمیان پروانہ کی ذات ہی موضوع بحث رہی۔ باہر سیدھا آیا کی طرف آ گیا۔ فیصل باہر اور عظیم بیگم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ باہر بھی ادھر ہی تک گیا۔

"کہیں گئے تھے تم ڈاؤن۔ نے اس کے بیٹھے ہی پوچھا۔

"سلوئی کی نئی دوست ہے پروانہ بہت اچھی لڑکی ہے۔" فیصل لٹاری نے بڑی حیرت سے باہر کی طرف دیکھا۔ وہ کم ہی کسی لڑکی کی تعریف کرتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فیصل اسے ساتھ لے کر گھر سے باہر آ لیا۔ دونوں اوچر ادھر کی باتیں کر رہے تھے جب فیصل نے اچانک پوچھا۔

"سلوئی کی یہ دوست کہاں رہتی ہے۔ میرا مطلب ہے تم لوگ کہیں گئے تھے؟"

"لالہ زار میں اس کے گھر چھوڑ کر آئے تھے اور تم

کہیں پوچھ رہے ہو؟" باہر نے ملوک ٹکا ہوں سے اسے دیکھا۔

"یہی ہے۔"

"ایسے ہی تو پہلے تم نے بھی اس کی فریڈ کے بارے میں نہیں پوچھا تھا کہ بارے میں بھی نہیں جس نے تمہیں خود فریڈ شپ کی آفر کی تھی۔" باہر نے اسے راجہ اور سلوئی کی مشترکہ دوست کا نام لیا جو اس میں انٹر فٹ ہو گئی تھی۔

"غلطی ہو گئی ہے جو پوچھ لیا۔" وہ بری طرح چڑ گیا۔

"میں اس لیے کہہ رہا تھا کہ کہیں کوئی اور چکر تو نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کہیں تم دوستی تو نہیں کرنا چاہتے۔" باہر نے ڈرتے ڈرتے کہا اور ساتھ ہی اس کے تاثرات جانچے۔ "دونوں بچپن سے اکٹھے رہے ہو گئے تھے۔ باہر اس کی ایک ایک بات سے واقف تھا۔ فیصل نے غصے سے اسے دیکھا تو باہر کو اس کے غصے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔

"یار راجہ اور سلوئی اس کی بہت تعریفیں کرتی ہیں اور دونوں متاثر ہیں اور تو اور آج تمہارے بھی کہاں آئے۔ آئی جانی رہا۔ سلوئی کی ساری فریڈز میں سے پروانہ واحد لڑکی ہے جو جیجی ان میں پسند آتی ہے۔

میں نے گھر بھی دیکھ لیا ہے۔ چھوٹا اور خوب صورت سا گھر ہے۔ پروانہ کی طرح یادگار اور ایک بات جو میں نے محسوس کی ہے کہ پروانہ اپنی اماں اور خوداری کا خیال رکھنے والی ہے۔ فیصل چپ سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر اوچر ادھر کی باتوں کے بعد وہ گھر لوٹ آئے۔

پروانہ اپنی یونیورسٹی کی نمائندگی کرنے مشاعرے کے لیے لاہور گئی ہوئی تھی اس بار بھی اپنی یونیورسٹی کے لیے پہلا انعام اسی نے جیتا تو گروپ میں شامل سب فریڈز نے ٹریٹ کا مطالبہ کیا۔ پروانے سب کو گھر پہ انوائسٹ کر دیا۔ کھانے کے بعد انہوں نے پروانے کو تازہ کلام سنانے کی فراہم کی تو لطف دہا ہوا گیا۔

اوچر ادھر کی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اپنی رسالوں میں نوکتر کے ساتھ اس کا کام چھپ رہا تھا۔ بہت خوش تھی۔

آئی آر کے دوسرے سمسٹر کے امتحانات کے فوراً بعد ہی اس کا پہلا مجموعہ کا نام بھی چھپ کر آ گیا جس کا عنوان تھا "خوابوں سے بچ کر لڑنا" اس کا پیش لفظ ایک معروف شاعر نے لکھا تھا اور لکھا دیا میں اسے ہمارا تازہ ہونے کا قرار دیا جا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے شاعری میں بھی خالصتاً "نسیت اور لڑکیوں کے احساسات کو موضوع بنایا گیا تھا" سو اس کے مجموعہ کا نام کو ہاتھوں ہاتھ لیا جا رہا تھا۔

اس نے اپنے آؤ گراف کے ساتھ سلوئی اور راجہ کو بھی ایک ایک کتاب دی۔

سلوئی سے وہ بہت قریب آئی تھی۔ اس میں سارا عمل دخل سلوئی کے غلوں کا تھا۔ ویسے بھی وہ سارے مزاج لڑکی تھی۔ اس کا متحیر کینڈا سے آیا ہوا تھا اور اسی ہوا اس کی شادی بھی ہو جاتی تھی۔ پروانہ بہت اچھی تھی۔ شادی کے بعد سلوئی کو کینڈا چلے جانا تھا۔ اس نے یونیورسٹی سے چھٹی لے لی تھی اور سارا نام شاپنگ میں صرف کر رہی تھی۔ تیسرے چوتھے دن پروانہ بھی عظم نفلن کر اس کی طرف آ جاتی۔ ڈاکٹر انجمن نے اسے ایک گاڑی بھی لے دی تھی اور انجمن اس نے بہت جلد ان ہی سے سیکھ لی تھی۔ اسے اب آنے جانے کی سہولت ہو گئی تھی۔

پروانہ سلوئی کی ساری فیملی اچھی طرح جان گئی تھی۔ سارا تو اسے بہت یاد کرنے لگی تھی۔ وہ شہوار بھی اسے پسند کرتی تھی مگر اس دوران نا محسوس انداز میں راجہ اس سے دور ہو گئی تھی۔ کم سے کم پروانے میں محسوس کیا تھا۔

سلوئی کی شادی کے لیے فیصل نے بطور خاص چھٹی لے لی تھی۔

وہ شہوار سلوئی کی مندی سے ایک دن پہلے جا کر

برو کو لے آئی۔ سب رشتہ دار جو دوسرے شہوں میں مقیم تھے وہ بھی پہنچ چکے تھے۔ کچھ مسلمانوں کو تراب لغاری کی طرف مقرر کیا تھا۔

مندی والے دن سب لڑکیاں اپنی طرف تیار ہو رہی تھیں۔ بالکل سی پچی ہوئی تھی ہر کوئی جلدی میں تھا۔ برو کا وہ بیٹا جس نے رات گزرا تھا اس نے آتے ساتھ ہی کپڑوں کا بیگ و برشوار بھی لے کر حوالے کیا تھا۔ وہ بھی تیار ہونے اپنے گھر گئی ہوئی تھیں بروا رو بائیں سی ہو گئی کیونکہ سب لڑکیوں کی تیاری فائنل مراحل میں تھی ایک وہی تھی جو نما کر رہی تھو لے ایسے ہی گھوم رہی تھی۔ ایک بار پھر اس نے سلوی کا سارا کمراد کھانچا پھر پاتھ روم تک چیک کیا وہ پتہ یہاں ہوتا تو تھک رہی اور بعد اسے سلوی سے پوچھنے کا خیال آیا تو اس نے کہا کہ تمہارے کپڑوں کا بیگ بھاگتی نے لایا ابو کی طرف رکھ دیا ہے بلکہ اور کونز کی بھی سب چیزیں اوچھرتی ہیں۔ اسے خود یہ نصیحت کیا۔ اگر خود ہتھوڑے کے بجائے وہ سلوی سے پوچھ لیتی تو اتنا کام تو صرف نہ ہوتا وہ اب تک تیار نہ ہو چکی ہوئی۔

پروا کا چو بھاگتی بھی اور خری ہیں تم بھی جا کر اوجھ رہی تیار ہو جاؤ اور تو بڑی چینی کھری ہوئی ہے۔ وہ اسے ہنوز اپنی جگہ کھڑا کر رہی۔

"میں نہیں کے ساتھ جاؤں تمہارے تیار کے گھر میں پہنچے بھی نہیں تھی۔" اس کی بے چاری دیکھتی تھی۔

"یہ ساتھ ہی تو گھر ہے بھابھی بھی اوچھرتی میری کونز بھی۔ سب جانتے ہیں تمہیں مانی ویرا وہ پیار سے اس کی تھوڑی چھو کر رہی۔"

"پلو میں جانی ہوں۔" اس نے سر پہ اس کا روف اٹھی طرح اڑھ کر وہ بیٹے شانوں پہ پھیلا دیا۔

کچھ چٹکا پکاتے ہوئے وہ "تراب منہل" کے گیت سے اندر داخل ہوئی۔ سب سے پہلے سامنا پر بروا شوار بھاگتی سے ہوا۔

جس کا وقت گنت پہنچا تھا سب بھی تیار ہو رہی ہیں۔ میں ابھی تمہیں خود بلوانے والی تھی۔" وہ تیز تیز بولتی بہت مصروف نظر آ رہی تھیں۔

وہ شوار کمرے کی طرف اشارہ کر کے خود جانے کہیں بھاگ رہی تھی۔ اوجھرتی بھی اچھی خاصی پچھل پٹی ہوئی تھی۔ راجیہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی اسے کچھ سوچتے ہوئے اس نے بروا شوار بھاگتی کے بتاتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اوجھرتی بھی نہیں تھا اس نے اندر آکر اپنے کپڑے دیکھے۔ ٹرک پڑے تو درکنار اسے کپڑوں کی مختلف تنگ نظر نہیں آئی وہ باہر نکلے ہی گئی تھی کہ کوئی تیزی سے اندر آیا۔

فیصل بھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ اس طرح اس کے بندر و مہیش ہوئی۔

"اصل میں بروا شوار بھاگتی نے کہا تھا کہ میرے کپڑے اس کمرے میں ہیں میں ان ہی کے نیسے آئی تھی کیونکہ میرا بیگ بھاگتی نے اوچھرتا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ آپ کا کمرہ ہے اور میرے کپڑے کہیں اور ہیں۔" زندگی میں پہلی بار اس کا بچہ لڑکھایا تھا اور اس کو بھی پہلی بار کم ہوا تھا وہ نہروسی سی تھی۔

"اسلام ٹیکسٹ بکس ہیں آپ؟" فیصل نے کیا پوچھا۔

شناہ نہیں۔ اس کی لگاؤوں میں دلچسپی کی اتنی گہری چٹک تھی کہ بروا کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ بھابھی سے پوچھوں اپنے کپڑوں کا۔" وہ سائیڈ سے ہو کر باہر نکلی۔ وہ بیڑھیان اتر رہی تھی جب راجیہ پہ نظر پڑے ہی اسے کچھ اطمینان کا احساس ہوا۔

"میرے کپڑے کہاں ہیں راجیہ؟ کب سے ہتھوڑ رہی ہوں۔"

"وہ تو اوجھرتی سے ہیں اور تم ابھی تک تیار نہیں ہو گئیں۔" اس نے سامنے والے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی سوال بھی کر دیا۔ "مجھے پتا نہیں تھا کہ میرا بیگ بھاگتی نے یہاں رکھ دیا ہے۔ سلوی نے ابھی بتایا مجھے۔" اس کا اظہار غلی ہو چکا تھا۔

"ہاں جلدی کر۔ ہم لوگ مندی سجا رہے ہیں۔"

وہ تیزی سے کوریڈور میں بھاگ رہی تھی۔

ہو ہو ہو

برو اپنے سکون سے کپڑے پہنے۔ لیسہ بالوں کی چوٹی پہلی اور آخر میں موقع کے گھر سے دونوں کائیوں میں پہنے۔ مندی کے فنکشن کی مناجت سے اس نے بہت خوب صورت کادر سوٹ پہنا تھا اور بیکار کا میک اپ بھی کیا تھا۔ اس کے نقش ہونے لگے تھے کہ ہاں تم عزائم جاتے کے قابل ہو۔ آئیے کی گواہی پہ وہ مسرور ہو گئی۔

بالوں کی مٹی چوٹی آگے سائیڈ پہ ڈالے وہ اپنے اشارات سے سر پہ جھانپ رہی تیار ہو کر سلوی کے پاس پہنچی۔

"بہت پاری لگ رہی ہو۔" سلوی نے اسے پاس لے لیا۔

"تم رسم کے دوران میرے ساتھ ہی رہنا تاکہ سب کو پتہ چلے کہ بروا اور کل مینی لاسٹ ہے۔"

سلوی کی حد درجہ محبت پہ وہ مسکرا دی۔

"میں تمہارے ساتھ ہی رہوں گی اس کی تکرار دیکھ کر وہ اس اور ناہیاں دیکھتے نہیں تھے۔ تم کو پتہ ہے میں اس طرح کے کاموں سے دور رہتی ہوں۔" وہ خود خوت سے ناک چڑھاتے ہوئے ہوئی۔

"ہاں تم سب سے مندرجہ ہو اننگ تنگ۔" سلوی کی تعریف اس کا سر بھجھ اور بھی اونچا ہو گیا۔

سلوی کی سرسٹ سے مندی آئی تو پہلے گاؤں کا مقابلہ ہوا۔ اس کے بعد مندی کی رسم کا آغاز ہوا۔

پھولوں سے سجے اسٹینچ پہ سلوی پروا اور دیگر دوستوں کے جھرمٹ میں آئی۔ بروا سلوی کے دائیں طرف تھی۔ اسی طرف کچھ ہی فاصلے پہ فیصل لغاری باہر کے ساتھ کھڑا تھا۔ ساری روٹیاں جیسے اسٹینچ پہ مرتکز تھیں ان سب کے ہمارے وہ اسے سب سے قابل توجہ تھی۔

ان سب لڑکیوں اور عورتوں کے درمیان واحد لڑکی تھی جس نے وہیہ سر پہ اوڑھا ہوا تھا اور اس

اساتھ سے اوڑھا تھا کہ لاپٹے کا حسن کئی گنا بڑھا دیا تھا۔ فیصل کی نگاہ ایک بار پھر منک چکی تھی۔

برو کو بھی کسی کی نگاہوں کے ارتکاز کا احساس ہو چکا تھا مگر اس نے جانے کی کوشش نہیں کی کہ وہ کون ہے۔ لیکن باہر سے اس کی یہ بے باکی آج پوشیدہ نہیں رہ پائی تھی۔

"فیصل کیا بات ہے بوسٹریب ہو؟" باہر نے انہیں بے کام غماہ کرنا مگر ستر سمجھا کہ وہ ایک ہار پہلے وہ اس کا چارخانہ روئے دیکھ چکا تھا۔

"ہاں نہیں تو۔" آج پہلی بار اس کا لہجہ اس کے سے خالی تھا۔

"ہو کیا ہے آخر؟" اس شور میں خاصی اونچی آواز میں وہ اس کے کان کے پاس منہ لاکر رہا۔

"کچھ کچھ کیا ہے یارا" بے اختیار ہی میں اس کے لبوں سے یہ جملہ نچسلا۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی مگر تیرہ گمان سے بھل چکا تھا۔

"تمہیں بے فیصل لغاری آفسر تین اسٹیشن ڈیوٹی کا بھی کچھ کم ہو سکتا ہے۔" باہر کا لہجہ اتنی معنی خیز تھا کہ اس نے ان کا دیر نہ لیا۔

"یہ دو شہر لوگ ہوتے ہیں نا بہت خاموش ہوتے ہیں اور یہ جو پروا اور کل ہے اس میں اٹلٹا کی پائی جاتی ہے۔ تم پولیس آفسر اور دو شاعر، تم آہن دو ختم، ختم و نازک احساسات سے گندھی لڑکی۔ دیکھنا نہیں آجیوں کو نہیں نہ لگ جائے۔ وحیائیں رکھنا۔ تم نے اب تک جتنی لڑکیاں سے دوستی کی ہے پروا ان سے مختلف ہی ہے۔ کچھ دن پہلے میں ہمارے ہی آئی تو سلوی اور وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں۔ بروا نے سلوی سے کہا کہ "میں مضبوط رشتوں پہ یقین رکھتی ہوں۔ ان کے علاوہ میں عورت مزید کی ہو سکتی ہے۔ یقین نہیں رکھتی۔" شام لڑکے لڑکوں کی فریڈ شپ باتیں ہو رہی تھیں۔ میری موجودگی ان دونوں کو بھی محسوس نہیں ہوئی۔ میں چپکے سے اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس دن سے پروا میرے لیے قتل گاہ بن رہی تھی۔ بالکل سلوی کی طرح۔ میں ملی سے اس کی عزت کرنا۔ دن کہ کتنی مضبوط

موتی ہے اس کی اور تمہاری قرینہ شب جن کے ساتھ
 سے میں ان کے بارے میں بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔
 مجھے بتا ہے تم مشکل پسند ہو۔ تمہارے وہ کبھی بھی
 رہی ان کے لیے ہیں جن کے حل ہونے کی امید نہیں
 تھی۔ تم نے مشکل کی قوموں میں ہاتھ ڈالا ہے اور
 کامیاب رہے۔ تمہارے ہمارے ٹھنڈے اگر تم پہ حرکت
 تو ٹھنڈے سے ٹھنڈے! یہ بات یہ نہیں ہے۔ تم
 سمجھتے ہو گے۔

بابر اسے سوچتا چھوڑ کر سلوی کے پاس اسٹیج پہ چلا
 آیا۔
 چند ہی لمحوں میں فیصل بھی اس کے پیچھے تھا۔
 "تم بہت باریک دیکھ رہی ہو۔ اپنی نظر اتروالینا۔
 ادھر بہتہ نوگوں کی نظر ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے
 پوچھا بے ضرر انداز میں پروا کی تحریک کی اور ساتھ ہی
 فیصل پر چوٹ بھی کر گیا۔ وہ اس کی تعریف پہ چند دینے
 کے لیے سرخ سی ہوئی۔

فیصل آگے پیچہ آیا۔ ہندی کی مٹھری سے ہندی
 انہما کر سلوی کی پتیلی پر رکھی پھر اسے مٹھائی کھلائی۔
 اس کے داہنے جانب بیٹھ گیا۔ بائیں سائیڈ پہ پسینے کی
 پروا نہیں تھی۔ فوڈ سیشن ہو رہا تھا ساتھ مودی بین
 رہی تھی۔

بابر کی ساری باتوں کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے اس
 نے پروا کا خوبا بھی طرح چل بھر میں جاتے لے ڈالا۔
 "آرام سے جٹا۔" بابر نے بھی اس کے پاس جگہ
 سنبھال لی اور اس کی کھلے نام انھوں کی چوری پکڑ لی۔
 "یہ تمہاری کسٹلی میں آیا ہوا کوئی مجرم نہیں
 ہے جو اسے کھور رہے ہو۔"

"تو کیا کروں تم ہی بتاؤ۔" فیصل نے بے بھر میں
 اپنے سب ہتھیار بھینک دیے۔
 "تم جس طرح اسے دیکھ رہے ہو وہ بہت سے
 لوگوں کو باتیں دینے کا سہارا ہے۔ کچھ اپنی عزت کا
 ہی خیال کر لو۔ میں تمہیں اتنے بے اختیار نہیں سمجھتا تم
 نے پہلے تو کبھی ایسا نہ کیا۔" بابر کی آواز اتنی آہستہ تھی
 کہ صرف فیصل ہی سن رہا تھا۔

"پہلے کبھی ایسا ہوا بھی تو نہیں۔" اس کا لہجہ اور
 انداز پتہ لگور چٹکی کھارہا تھا۔ اس کے بعد فیصل وہی
 رکنا نہیں سبیر ایک جھٹکے سے مت ہچکچا گیا تھا۔

رات قطرہ قطرہ بھینک رہی تھی۔ ہندی کی رسم ختم
 ہو چکی تھی۔ لوگ ایک دوسرے جاگ رہے تھے۔ جن
 بابر فیصل کے ساتھ ان کے کچھ اور گزرتے بھی گئے
 آہٹ تھے کچھ چاندنیوں پہ بیٹھے تھے۔ ادھر بہت
 رہتی سی تھی۔ سلوی نے اچانک پروا سے اپنا کلام
 سنانے کی قرآن کرہ دی۔ اس کی کمزور سی ہلکی ٹان کے
 آگے ان سب کا اصرار جیت گیا۔

"میں اپنے مجموعہ کا نام سے ایک غزل سن رہی
 ہوں۔" فیصل کا روم روم پروا کی طرف متوجہ ہوا۔
 راجہ کی آنکھ اچانک فیصل پہ پڑی تھی۔ وہ ایک ٹک
 والہ انداز میں پروا کو دیکھ رہا تھا۔ جس کی دلکش آواز
 رات کے سنانے میں ادوی سا اثر چھوڑ رہی تھی۔
 حسد کی ایک تیز لہر نے اسے بل بھر میں شرابور کر
 ڈالا تھا۔

تھی شہت پھڑکی۔ سے تھے ذوق۔ آج ہے
 ست نوٹ گزرا ہو جسے تیرے پاگل
 بابر نے اس کی وارفتہ کیفیت پر پروا کا شعر سنا کر گویا
 کوئی نصیحت کرنے کی کوشش کی۔

دامن بہت کھینچا کچھ مہیالوں نے میرا
 دل کھرتج تک ہوا نہیں کسی پہ اٹل
 جواباً فیصل نے بھی پروا کا شعر سنا کر ایک خوب
 صورت سی حقیقت سے روشناس کرایا۔

"تمہاری شاعر و صاحبہ کے ہل کا ورق خالی ہے۔ کیا
 سمجھے؟ کچھ دریافت کرنے کا سہرا میرے سر پہ دو گدا۔"
 "اگر تم جلد ہو تو میری ٹیک تمنا میں تمہارے
 ساتھ ہیں۔"

"میں سوئی مدد بخیدا ہوں۔ لا انفس پارٹر مجھے پروا
 جیسا ہی چاہیے۔"
 "بس پھر ٹکرنہ کر۔" بابر نے شرارت سے اس

کے کندھے پہ ہاتھ مارا۔

پروا سلوی کے کمرے میں سونے کے ارادے سے
 جا رہی تھی۔

"ایک منٹ رکھیں۔" جانے کہاں سے اچانک
 فیصل بخاری اس کے سامنے آ گیا تھا۔ اس اچانک
 قتلہ پر پروا ڈر سی گئی۔
 "میں بھی آپ کا فین ہوں۔" ڈوگراف تو دے
 دیا۔ "وہ اپنی شرارتوں کو مصیبت میں پھنسا چکا تھا۔
 بابر اپنی سلوی اور دیگر شہسوار بچا بھی سے وہ فیصل
 بخاری کی بہت تعریفیں سن چکی تھی۔ مگر اس وقت
 ایک بار غب سے پولیس آفیسر سے زیادہ وہ عام سا
 فوجی لگ رہا تھا۔

"مگر اس وقت میرے پاس شیخ نہیں ہے اور آپ
 کہاں ہیں گے؟" ڈوگراف؟ "پروا کی آنکھوں سے ٹنگ رہا
 تھا۔ بے حد حیران ہے جو رات کے اس پہ اس سے
 ڈوگراف کی قرآن کرہ رہا ہے۔

"میں نے یہ میرے پاس یہ نہیں ہے؟" اس نے پناہ سے
 لائی پروا اپنی بائیں پروا کی طرف بدعا دیا۔

"کہاں پہ دلوں۔ آپ کے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔"
 وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہو رہی تھی اور فیصل کو اس وقت
 بہت اظف آیا۔

"میں نے سنا ہے آپ مڑو سی ہیں کچھ تو میں بھی
 کچھ مختلف کرتے کا نا ہی، اولیٰ کریں یہاں شرٹ
 کے کارپ۔" ڈوگراف سے دیر میں بچر سے منہ دلی کر
 دیکھ لیں گے۔ "اس نے اوپر ہی دو فن کھول کر کندھے
 پروا کی طرف جھکا دیا۔ کیونکہ وہ پروا سے براز قد تھا اور
 ڈوگراف اس کے کندھے سے نیچے تک پہنچ پا رہی
 تھی۔

فیصل کی اس اعلیٰ درجہ کی سبکدوشی پر پروا کے ساتھ
 بیٹھ کے قطرے بھرتے تھے راجہ ادھر ہی آ رہی
 تھی۔

"کیا ہو رہا ہے پروا؟" راجہ کا ہر گز عمومی سا

نہیں تھا۔ وہ مسلسل فیصل کو باج کر رہی تھی۔
 اب بھی فیصل کو اس کے پاس کھڑے دیکھ کر راجہ
 کو اندر بچک سی ملنے لگی۔ اپنی یہ کیفیت اسے خود بھی
 سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"کچھ خاص نہیں فیصل صاحب ڈوگراف نامک
 رہے ہیں۔" پروا کا اعتماد اب اس لوٹ آیا۔
 "اور اچھا۔" اس نے اچھا کو جیسے پکڑ کر آؤ ایک
 فیصل کو اس کی بدعات ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی۔
 "اوپر کے تم وہ ڈوگراف میں سونے جا رہی ہوں۔

رات دینے بھی کافی زیادہ ہوئی تھی۔ "راجہ نے اپنے
 طریقے لے کر نوانشا میں چھپانے کی حکیم کو شش کی۔
 "اس وقت کوئی بھی ڈوگراف نہیں فیصل صاحب!
 کل اوکے۔" وہ دن وہ توں کو وہ ہیں پھر ذکر آتی۔ اپنے
 غصے اس نے بہت مشکل پہنچا دیا تھا۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ فیصل بخاری کی ہڈیوں کی
 تپش سے بے خبر رہتی۔ سلوی اور دیگر شہسوار بھی سے
 وہ اس کی۔ ستوں کے قیسے سن چکی تھی۔ اس کی جواب
 فیصل اور پروا کی سب کچھ ہی تو وہ اس کے سامنے تھا۔
 پھر اس کی نکالیں پروا کو کوئی پروا نہیں ہو تھی۔
 "وہ اپنے دل میں کیا غائب تھی کو جلد سے نہیں جانتی
 تھی۔ وہ فیصل بخاری کے لیے "صرف ناظم پاس لڑکی"
 نہیں بننا چاہتی تھی۔

خاندان اور خاندان سے یا ہر بہت سے اچھے
 گھر لے اسے اپنے گھر کا چاند بنا چاہ رہے تھے۔ خود
 اقراء بھی چاہ رہی تھیں کہ وہ جلد از جلد اپنے گھر کی ہو
 جائے مگر اس نے سنا کہ کیا تھا جب تک میری اطمینان
 عمل نہیں ہوتی میں شادی کا نام بھی نہیں سنا چاہتی۔
 اقراء مجبور نہیں کیونکہ انھیں بھی اس محالے میں شی
 کے ہم نوا تھے۔ ورنہ کتنے اچھے اچھے لڑکوں کے رشتے
 تھے جن کو ساتھ لٹا کرتے ہوئے انھیں بچ چکے ہوا
 تھا۔

سلوی تو تیار ہو کر پارلر سے سیدھی میں بلی چلی
 گیا ہو رہا ہے پروا! "راجہ کا ہر گز عمومی سا

تھی۔ وہ اس کے ساتھ تھی۔ پروا کو بڑھ کر لے آیا۔ اکثر لڑکیاں اور مہمان صبح ہی جا چکے تھے۔ گھر میں در شوار اور کچھ خواتین تھیں۔ پروا کو دیکھ کر در شوار کو یاد آیا کہ وہ ابھی تک ان ہی لڑکیوں میں محو مری تھی۔

”پوری جاؤ مہمان کی طرف تمہارے کپڑے اور دیگر چیزیں ریڈی ہیں فوراً پہن کر آؤ نا تم تم ہے۔“

”گھر... پروا اچھا دیتی تھی۔“

”گھر میں کوئی نہیں ہے صرف ماؤم ہی ہیں تم جلدی کرو پھر اسیٹھے نکلے ہیں۔“ وہ خود بکلت میں چولہی پہن رہی تھی۔

پروا آئی تو زور سے سامنا ہوا۔ اسے در شوار پہلے ہی بتا چکی تھی۔ اس نے پروا کے استری کیے ہوئے کپڑے اسات تھمائے۔

”آپ نہ نہیں بالائی تھی! میں نے پتوہ روم ابھی کچھ دیر پہلے ہی دھوا ہے۔“ زور بولت بھرتی ہو کھادی تھی۔

پروا اس منٹ سے بھی کم وقت میں شوار لے کر نکل آئی۔ کپڑے پہننے کے بعد وہ جوتے پہن رہی تھی جب فیصل نے بھی ڈریس اپنے دکر پیچے اترے۔ پروا کا سرا

اس کا رنگ کی قید سے آؤ لڑکھا اور وہ پتہ جو ہر وقت اس کے وجود کو چھپائے رکھتا تھا سرائی میں صوفے پر پروا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھی نیچے جھک کر زنگ کی جوتی پہنے

اسٹینس بند کر رہی تھی کپل سارے ایک۔ بیڈ پر جھک آئے تھے فیصل نے اس منکر کی ایک ایک تکسٹیل اپنے اندر محفوظ کر لی۔ پروا کو اس کی آمد کا پتہ چل گیا۔

پہنے اس نے جلدی میں صوفے پر پروا وہ پتہ اٹھایا اور کھول کر سر پہ ڈالا۔

”میرا خیال ہے آپ کافی دیر مینوڈ اور کلچر ہیں یوں کسی کو گھور گھور کر دیکھنا سراسر اخلاقیات کے خلاف ہے۔“ وہ غصے میں تھی اپنی بیوی تک میں اٹھ کر باہر لگی تو چند قدم چلنے کے بعد ہی پاؤں بری طرح مزاح

”فیصل! لغاری! میں کسی کو اپنے ساتھ قمرٹ کرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی اور نہ میں اتنی گزری ہوں کہ مجھے کوئی وقت گزارنے کا ذریعہ بنائے۔“ پروا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ وہ لنگھتے ہوئے وہیں سے نکلی تھی۔

لو حشر غصے کی شدت سے فیصل کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پوسٹ ہو گئے تھے۔ وہ اسے قلمی سمجھ رہی تھی جب ہی تو آرام سے کہہ گئی تھی۔

”ٹھیک ہے پروا بالائی! ایسا ہے تو ایسا ہی سہی تم مضبوط رشتوں پہ یقین رکھتی ہو تو میں بھی تم کو الٹ بند جن میں باندھنے کے بعد ہی بات کروں گی۔“

وہ ٹیک اڑا کر پتہ پر ٹھہرنے کے بعد شہت ہو چکا تھا۔

فیصل آج کمر پہ بی تھا۔ کئی عرصے کے بعد چھٹی بھر زور انداز میں انجوائے کرنے کا موقع ملا تھا۔ باہر بھی اس کے ساتھ تھا۔ رات کے کھانے پہ پوری فیصل

آئی تھی۔

زور نے کھانے کے بعد بڑی بڑی اٹھائے۔ تراب لغاری نے سب کے چہرے پر نظر ڈالی۔ اب ان کی نگاہ فیصل پہ پڑی تھی۔ صفورا بیگم بھی اوجھر متوجہ تھیں۔

”فیصل! میں اور ماں تھی سوچ رہے ہیں کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیے۔“ تراب لغاری کا لہجہ بہت خوشگوار تھا۔

”جی میں خود آپ سے یہی بات کرنے والا تھا۔“

”چلو تم ہی بتاؤ کہ کیا ارادہ ہے تمہارا؟“ انہوں نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔ باہر اس دوران خاموش رہا۔

”لیا! میں پروا کو زنگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ ایک ہانپے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھائی۔

”آپ! میں پروا کو زنگل سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ ایک ہانپے کے لیے کمرے میں خاموشی سی چھائی۔

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

”بہت اچھی بات ہے۔“

کی طرح ہیں پھر بھی وہ اسے مندر کا دوتا بنائے رہی۔ اسے اچھی طرح خبر تھی کہ فیصل نے اگر کہہ دیا ہے تو پھر اس کے ساتھ اس کی شادی ناممکنات میں سے ہے۔ مگر پروا کے بارے میں اس کا کھلا اظہار پسندیدگی اس سے کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

پروا نے فیصل کا اختیار ماں باپ کے سپرد کر دیا تھا۔ اسے تین روز اس بوجھ سے آزاد ہو گئی تھی گھر میں کھنگ سی تھی۔

لو حشر! فیصل کے بارے میں ضروری معلومات کروا چکے تھے۔ اقراء سے مشورہ کیا تو وہ بھی مطمئن تھیں۔ بس ایک بات کچھ پریشانی والی تھی کہ فیصل

لغاری کی فیصلی ان سے مانتی حیثیت اور مرتبے میں زیادہ تھی۔ وہ بھی کھاتے پیتے خوشگوشی کھانے سے تعلق رکھتے تھے مگر ان کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں

تھے! اللہ یہ مجھوسہ کرتے ہوئے انہوں نے تراب لغاری کو بالائی کر دیا۔

فیصل کو بے اندازہ خوشی ہوئی۔ اتنی آسانی سے وہ حاصل ہونے جا رہی تھی۔ اس نے تراب لغاری اور

نیلیم سے کہا تھا وہ ان کی ٹیکٹ نکال کر ناچا پتا ہے۔ مگر انجم نے کہا کہ وہ پروا کے پونہور سٹی سے ٹائر ہوئے کے بعد ہی شادی کریں۔ فیصلی انٹل صرف منگنی ہوگی۔

پروا نے صاف کہہ دیا تھا کہ منگنی یہ دھوم دھڑکا نہیں ہوگا۔ نہ زیادہ لوگوں کو بلوانا ہے۔ صرف گھروالے ہی ہوں۔

اور کچھ سادہ سی تقریب میں نیلیم نے پروا کو فیصل کے نام کی انگوٹھی پہنا دی۔

فیصل دیکھنا چاہتا تھا پروا سے نئے رشتے میں منسلک ہونے کے بعد اس کے تاثرات اور خیالات کیسے ہیں۔ منگنی ہو چکی تھی اپنے حساب سے اب وہ

سب کچھ جاننے کا حق رکھتا تھا۔ ان ہی خیالات میں

ظاہر یہ بطور خاص ان کے گھر آیا۔ ہونے والے دباؤ کی حیثیت سے یہ اس کی پہلی آمد تھی سو اقراء اور انجم کی خوشی دینی تھی۔ انجم اپنے گھینٹ میں تھے اقراء نے فون کر کے انہیں بھی گھر بلا لیا۔ وہ اب بچن میں تھیں اس کی خاطر تو اس کا اہتمام کر رہی تھیں۔ جس کے لیے فیصل یہاں آیا تھا وہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ ایک گھنٹہ تو اسے بھی یہاں آئے ہو گیا تھا۔ بالآخر اس سے رہا نہیں کیا پوچھ ہی بیٹھا۔

"انگل اپرہ انکماں ہے نظر نہیں آ رہی ہے۔" "بیٹا! وہ ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی ہے رطابہ کے ساتھ۔ مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے۔" انہوں نے مختصراً بتایا تو اس کی خوشی یکدم مٹ گئی۔ انجم اور اقراء نے کھانا کھائے بغیر اسے اٹھنے نہیں دیا، جاؤنگا۔ اسے بالکل بھی بھوک نہیں تھی۔ مجبوراً ان کی خوشی کے لیے کھانے میں شریک ہوا۔ کھانے کے بعد وہ ان سے اجازت لے کر نکلا تو تب بھی پروا نہیں لینی تھی۔ اس کے اہل گھر پہ اس کی پڑ گئی تھی۔

اسے اٹھتے ہوئے مینٹل سے پانچ منٹ بے اہم ہوئے تھے جب پروا گھر لوٹیں آئی۔ رطابہ اس کے ساتھ تھی۔ پروا کے چپاکی مٹی بھی دونوں میں خوب ہتی تھی۔

"مما کون آیا تھا؟" پروا بچن میں پانی پینے کے لیے آئی تو سنگ میں گندے برتنوں کا انبار دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔ "فیصل آیا تھا ابھی دس منٹ ہوئے واپس گیا ہے۔"

"اور اپنا؟" اس نے پانی کا گلاس منہ سے لگا لیا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگی۔ "تمہارے انتظار میں کافی دیر بیٹھا رہا۔" "ممانے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ "ریکارڈنگ میں ہی کافی دیر لگ گئی ممانہ میں جلدی آجانی۔"

اس کا سٹیل بڑی زوردار آواز میں مٹکتا تھا۔ وہ باتیں وہاں میں منہ ہاتھ دھو رہی تھی تیزی سے نکلی اور سٹیل

اٹھایا۔ تب تک فون بند ہو چکا تھا۔ اس نے نمبر دیکھا۔ یکسر اجنبی اور انجان نمبر تھا۔ اس نے دیکھ کر واپس رکھ دیا۔ فیصل نے غصے سے سٹیل فون گاڑی کے ڈش بورڈ پر پھینکا اور یکدم ہی اسپید برخواستی۔ وہ سمجھا رہا تھا اس نے پروا کا نمبر لیا تھا لیکن کھل کر اس نے پہلی بار کی تھی کہ اسے جانے کا اپنی آمد اور انتظار کا۔ گھر آیا تو پیر اور در شہوار آئے بیٹھے تھے۔

"کہاں گئے تھے کج شام سے نظری نہیں آئے۔" پیر نے استفسار کیا۔

"میں انجم انکل کی طرف گیا تھا۔" وہ مختصراً بتا کر

لن کہیں ہی بیٹھ گیا۔ "اور یعنی کوچہ، چائیں کا طواف کرنے۔" پیر نے بڑی آہستہ آواز میں کہا تو نہ چاہتے ہوئے بھی فیصل کے لبوں پہ مسکراہٹ آ گئی۔

"کیسی تھی ہزاری بھابی؟" در شہوار بھی قریب کھٹک لگی۔

"وہ تو مشاعرے کی ریکارڈنگ کے لیے ریڈیو اسٹیشن گئی ہوئی تھی۔" در شہوار کے طرز تکلف پہ اس کا شمار افسانہ بل بچر میں ہوا ہو گا۔ "دیری سینڈیا ریا" پیر نے مصنوعی دھک کا اظہار کیا تو فیصل ہنس پڑا۔

"نکرنہ گرو اب افسوس کی نوبت نہیں آئے گی کیونکہ پاپا اور ماما جن کی شادی کرنا چاہا رہے ہیں اور میرا ارادہ ہے کہ حنا کی شادی کے ساتھ میری بھی ہو جانی چاہیے۔" پاپا سے کون کا انجم انکل سے بات کر رہی۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ اب تم زبان انتظار کرو گے۔" پیر نے آخری جملہ اس کے کان میں کہا۔

"انتار بڑی بڑی چیز ہے کبھی محبت کی ہو تب نہ۔" "مجھے یقین نہیں آ رہا یہ جملہ ایک پولیس آفیسر کے منہ سے نکلا ہے۔"

"حسن لطیف مجھ میں بھی پائی جاتی ہے۔ بس پستی

میں والا اور پوچھتے۔ دھڑلے سے یہاں برائیاں ہو گئیں۔" در شہوار کی بیوی کی کے خیال سے وہ آہستہ آواز پر باتیں کر رہا تھا۔

"اب اونٹ پرائز کے لیے کیا ہے۔" "اپنی خدمت کو ملے کے لیے اونٹ پرائز کر کے دیا۔" "میں نہیں ہوں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے۔ اپنی لانا اور نصیحت کے معاملے میں میں کبھی بھی ٹوٹی نہیں ہوں۔" "فیصل کا لہجہ یکدم خجندہ ہو گیا وہاں چپ ہو گیا۔

راجہ کی شادی کی تاریخ طے ہوئی تو وہ بھی سلوی کی لہجہ پوچھ رہی تھی۔ پاپا سلوی کو بہت پسند کرتی تھی۔ ایک ماہ پہلے ہی وہ بدین کے پاس آئی تھی۔ اب راجہ کی بھی شادی ہو رہی تھی تو وہ بھی نہیں آ رہا تھا۔ راجہ کا رویہ اگرچہ پہلے کی طرح بد پرور گرم جوشی کے لیے دے نہیں تھا مگر اس کے باوجود پروا کے غلوں میں کمی نہیں آئی تھی۔ ممانے اسے بتا رہا تھا کہ فیصل کے گھر والے شادی پہ زور دے رہے ہیں۔ وہ جیسا سمجھتی تھی۔

ممانے بہت بڑی ہوں۔ اسٹڈی مشاعرے کی ریکارڈنگ مشاعرے میں شرکت اور پھر پرجالی ختم ہونے تک میں اس موقع کے بارے میں سوچتا بھی نہیں چاہتی۔" اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ در شہوار فیصل تک پروا کا جواب پہنچا تو اسے بہت غصہ آیا۔ ممانے کہا کہ جو سات ماہ میں وہ یونیورسٹی سے فری ہو جائے گی تب ہم خوب دھوم دھام سے اپنے ارباب کاٹیں گے۔ ان کی وضاحت سے فیصل کی فکری ختم نہیں ہوئی۔ گھر میں حنا کی شادی کی تیاریوں کی وجہ سے چل پھل سی گئی۔ اسے وہ یاد آتی تو اس کا تکیا ہاتھ خود پروا کے پاس جائے اور اس کی بودی سی دلیل کے پرچے اڑا دے۔

ممانہ سرے ہی ٹاپیے کچھ سوچ کر وہ کنویر پر جاتا۔ پتہ نہیں کہوں لانا کو بھائی تھی۔ اس وقت کو گستا

جب مشاعرے میں گیا تھا اور وہ محبت کی انجانی کنوینشنی دوسریں جکڑا گیا تھا۔

حنن کی مندی کے دن اقراء اور پروا شام کو ہی "رجب منزل" آگئی تھیں۔ مندی کی تقریب مشترکہ تھی اس لیے مسلمان بہت زیادہ تھے۔ فیصل اور حنا کی کزنز کاموں میں غلی ہوئی تھیں۔ کیونکہ تقریب کا اہتمام گھر کے وسیع پیمانے پر ان میں کیا گیا تھا۔ کنگ اور فکول ڈیکوریشن مکمل تھی۔ اسٹیج مندی کی رسم کے لحاظ سے سجایا گیا تھا۔ پروا نے مدد کے لیے اپنی خدمات پیش کیں مگر در شہوار نے اسے جس کرا ایک سائیڈ پر بٹھا دیا۔ ویسے بھی انتظامات مکمل ہو گئے تھے۔ فیصل حنا اور دیگر مردوں کے ساتھ انتظامات کا جائزہ لے رہا تھا۔ قاسم ہونے کے بعد فیصل نے حنا کو تیار ہونے کو کہا۔ مندی کے لیے لڑکوں نے سفید کلفٹ کے کرتے شاپار بنوائے تھے۔ اب حنا دو سبتوں کے ساتھ تھا۔ فیصل بھی پہنچ کر چکا تھا۔ ٹی وی انڈیج سے گزرتے ہوئے اس کی نگاہ اقراء آئی۔ پڑی تھی اس نے پاس آکر خیریت پت پوچھی۔ پروا آسمان نے استہدائیں دیں۔

اب فیصل کی نگاہ پروا کو تلاش کر رہی تھی۔ بالآخر اس کا نگاہ ہر مقصود نظر آئی گیا۔ وہ در شہوار کے ساتھ بچوں کے گھر سے میٹ کر رہی تھی۔ ساتھ اور لڑکیوں بھی تھیں۔ کالی عرس کے بعد فیصل نے اسے دیکھا تھا مگر بات کرنے کا موقع نہیں تھا۔ ارد گرد سب موجود تھے۔

"ارے فیصل بھائی! آپ تو عید کا چاند بن گئے ہیں کتنے عرس کے بعد آپ کو دیکھ رہی ہوں۔" اس کی خالہ کی بڑی بیوی نے اسے کھڑے دیکھ کر ہنسا کر بولا۔ تب اس نے آگے بڑھ کر مٹی ڈھول پوچھا۔

"میری چابی ہی ایسی ہے کہ اپنے گھر بھی فرصت نہیں ملتی۔" اس نے وضاحت سے انہیں بتائیں کرتا چاہا۔ ایک ٹاپیے کے لیے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

فیصل کے پاس موجود گزرتے مسکرائے تھیں۔ ہر شہوار کو پروا ہی نہ تھی کہ اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ اکیلے بھی اور جڑے سارا شہر والے نولہ تھا۔ اس نے پروا کو بھانسنے سے وہاں سے بٹا دیا۔

"قریب میں دیکھو پھولوں کی پتیاں اور کچرے بڑے ہوں گے۔ لے آؤ میں تمہیں بھی پستانوں کی۔" پروا نے سکون کا سانس لیا۔

ان لڑکیوں کی فضول چھیڑ چھاؤ سے اسے سخت الجھن محسوس ہو رہی تھی۔ قرینچ فھول کر اس نے دیکھا وہاں مجھوں کا نام و نشان تک نہیں تھا البتہ پھولوں کی جیتی خیر پڑی تھیں۔

وہ واپس آئی تو فیصل اسی طرح وہاں موجود تھا جس طرح وہ چھوڑ کر گئی تھی البتہ لڑکیوں کی تعداد کم ہو گئی تھی۔

"مسلمان ہونے کے واسطے سے ہندو سلاہ جانی کر لیتا ہے۔" فیصل نے گہری دیکھا اس نے ڈالتے ہوئے کچھ شرمندہ کرنا چاہا تو ہر شہوار اور درمی مسکرائے تھیں۔

"بوتھور میں بڑھنے اور شہر ہونے کے باوجود آپ اپنی شہرانی ہیں مجھے حیرت ہوئی ہے۔" اس نے ایک اور طرح کر دیا تھا وہاں پروا نے اندر دلی غصے پہ قابو پاتے ہوئے بظاہر دیکھے اندر میں وضاحت دی۔

"میں شام سے آئی ہوئی ہوں آپ پر تقریریں کچھ ہر پٹے پڑی اور میں نے آپ کے سامان کا جواب بھی دیا تھا آپ تنگ شاید پہنچا نہیں۔ دوسرے آپ کی غلط فہمی دور کر دوں کہ ابھی صرف متنی ہوئی ہے شادی نہیں اور مجھے اپنی حدود کا خیال رکھنا آتا ہے شہرانی کی شہرہ لازمی نہیں ہے۔"

"ارے واہ واہ پروا اوہ کل تم نے تو لڑکیوں کا سر بلند کر دیا ہے۔ لڑکے متنی کے بعد بہت ڈیما بنگ ہو جاتے ہیں تم نے ترجیح دینی واضح کر دی۔" ورنے نے پروا کی پیشہ فھوکی تو فیصل کو ہنس آگئی مگر وہ سنجیدہ ہی رہی۔

ہندی کی پوری تقریب کے دوران وہ الگ تھنک ہو کر بیٹھی رہی۔ ورنے نے نوٹ کیا کہ وہ کچھ غصے میں

ہے اور آپ سیٹ بھی ہے۔

اسے نہیں پتا تھا کہ پروا کے غصے کی وجہ کیا ہے۔

ہو ایوں تھا کہ مسلمانوں کی آمد ہوتے ہی غصے نے پروا کو بہت خوب صورت سوٹ پہننے کو دیا۔ ہندی یارات اور دھرم کے لیے انہوں نے خود اظہار خاص پروا کے لیے سوٹ بنوائے تھے۔ ان کی محبت کے سامنے وہ انکار نہ کر سکی حالانکہ شہر سے تیار ہو کر آئی تھی۔ ہر شہوار چٹک کے ہوئے سوٹ سمیت فیصل کے کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ "اور ضرور تمہیں سے پیچ کر دو کوئی نہیں آئے تک بالی گھروں کا تو برا شہر ہو رہا ہے۔" زوردار زور سے کہنے لگی۔

اور فیصل رستہ درج کمرے میں بھول گیا تھا۔ یاد آئے یہ وہ اٹھانے کمرے میں آیا تو پروا غیر متوقع طور پر اپنے کمرے میں موجود پایا جو درنگ میل کے سامنے کھڑی بال پریش کر رہی تھی۔

اس کے ساتھ دروازے ہوئے بل فیصل نے پہلی بار دیکھے تھے۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ وہ بے وحش اندر چلا آیا تھا۔

پروا کو یہ نہ پتا کہ دل میں عجیب سی خواہش جاگی تھی۔ اس نے ہاتھ ایک دھیرے سے لیے اور ایک لاک پہ رکھا تھا۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔

پروا کے چہرے پر اس لیے بے اعتباری کے جو سامنے لہرائے تھے۔ انہوں نے جیسے فیصل کو گہری کھانوں میں دھکیل دیا تھا۔

وہ بھاگ کر دروازے کی طرف آئی وہ پھیل کر کھڑا تھا۔ پروا نے غصے میں اسے تقریباً "وہاں سے گر چھوٹے کیا۔" اسے شرمندہ سوچوں کے درمیان جھٹکتا چھوڑ کر جا چکی تھی۔

لیکن وہ تانا چاہتا تھا کہ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ چونکہ سبھی اس کا راز وہ ہرگز نہیں تھا۔

مگر وہ اس کے بعد وہاں تکی ہی نہیں۔

دھندلے

مناں کی شادی خیر و خوبی ہو چکی تھی۔



پروا نے بیورو میں جا کر شہر کو گھریا تھا۔

اس دن بھی سرانجام کی تلاش لے کر وہ نکلی تو گورنر در میں فیصل بخاری کو سرپا انتظار پا کر اس کی حیرت و حیرت ہوئی۔

پروا نے سارے ساتھ چلیں بہت ضروری بات کرنی تھی۔ "لو لنگ کر اس کے پاس آیا اس کے تاثرات غامض و رشتہ تھے۔ پروا کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ بہت ساری دیکھوں نے ایک اسٹارٹ اور ڈینٹ نوڈان کے ہمراہ پروا کو جاتے دیکھا۔

وہ فھوکی سے اس کے ساتھ چلتی آئی تھی۔ وہ اپنی گاڑی اشارت کر کے لے آیا۔ وہ کوئی سوال کیے بغیر دھندلے۔

پروا اس دن والی بات کے بارے میں آپ کی غلط فہمی دور کرنا چاہتا ہوں آپ کی یہ اعتباری مجھے بہت دکھ دے رہی ہے۔ آپ یقین کریں کہ اس دن میں نے دروازہ کسی بری نیت سے لاک نہیں کیا تھا بلکہ میں کسی کی بدگمانت کے بغیر آپ کو چھوڑی اور لیکن چاہتا تھا بیورو میں سے کچھ آگے نکلیں تو فیصل نے گاڑی ایک کم مسافت پر اور قدرے سنسنی مڑا کر روک دی تھی۔

"کل آپ بیورو کری میں رہی تھیں میری اس لیے میں بیورو میں آیا ہوں کہ آپ کی غلط فہمی دور کر سکوں۔" فیصل کے چہرے اور آنکھوں میں سچائی کی چمک واضح تھی۔ پروا کے تھے انصاف رفتہ رفتہ دھیلے پڑنے لگے۔

"اتنی سی بات کو آپ نے اتنے سیریس لے لیا۔" پروا کے لیے میں اپنا نیت ہی تھی کچھ تھا ایسا کہ فیصل کی نگاہیں ایک بار پھر سب کچھ بھلا کر اس پر مرکوز ہو گئیں۔

"تو آپ کی غلط فہمی دور ہو گئی؟" اسے دنوں کی سکھ اور اذیت ختم ہوئی تو وہ بالکل پرسکون نظر آنے لگا۔ وہاں پروا نے سر کو انبات میں ملا دیا۔

"مگر تو پھر ہماری دوستی کی۔" فیصل نے ہاتھ اس کے سامنے پھیلا دیا۔ فیصل فیصل کے تاثرات بہت

بے ضرورت تھے۔ پہلی بار پروا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ یہ گرفت ایک مڑکی تھی۔ ہر خوش پر حثت کچھ مستی کچھ جتنائی ایک ایسے مڑکی گرفت جو اس سے بے پناہ محبت کرنے لگا تھا۔

"پری تکی لو لو۔ سوچ۔" وہ بے خوف ہو رہا تھا۔ پروا نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا تو وہ خوش میں آ گیا۔

"آپ مجھے کمر چھوڑ دیں بیورو میں نہیں چاہتا۔" پروا اسے اس کی نگاہوں کا سامنا دیا۔

"چھوڑ دیں گا اتنی جلدی کیا ہے۔"

"نہیں آپ مجھے بیورو دیں پس۔" یہاں پروا باہر نہیں جانا چاہتی تھی۔

اور وہ یہاں پروا سے بار بار گھبراہٹ سے بیٹھنے کی طرح۔ محبت انسان کو بڑا گھبراہٹ دیتی ہے۔ یہ فیصل کا اپنا نقطہ نظر تھا جس پر وہ ابھی بھی سو فیصد متفق تھا۔

دھندلے

بیورو میں امتحانات سے قبل خیر نہیں ہو سکتا تھا۔ ہر پور آغاز وہ چکا تھا اور ہمیشہ کی طرح پروا آگے آگے تھی۔ پہلے وہ دھندلے کی بیورو کی کے بعد وہ دوسرے کی تیاری میں بھی لگی ہوئی تھی۔ ایک میاوری ادبی پرچے کے ذریعہ اور کثرت مشق شاعر اس سلسلے میں اسے مفید تجاویز سے بھی نواز رہے تھے۔ پروا کا کم نکال کر ان کی طرف بھی دلی جاتی۔

بلا کے حسن پرست اور دھندلے پرورد تھے عرفین بالی نیازی بالی ان کا قصہ تھا۔ تنقید نگار بھی تھے ادبی دنیا میں اس میں بہت عزت دی جاتی تھی۔ سو قدرے غور بھی ان کے مزاج کا حصہ بن چکا تھا۔

پروا سے ایک شاعر کے دوران وہ متعارف ہوئے اور پھر اس کے حسن و بے نیازی کے نمونہ ہو گئے۔ اپنے ادبی پرچے میں انہوں نے پروا کی شاعرانہ صلاحیتوں کے بارے میں کھل کر لکھا تھا۔ جس سے ایک برا حلقہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا کیونکہ ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی۔ گزرتے ایک مٹل نے

ان کی بات بچ بابت کر دی تھی۔ پروا کی شاعری نے
نوجوانوں کے ساتھ ساتھ ادب کے نقادوں کو بھی ہکا
دیا تھا۔ انہی کے مشورے سے پروا نے دوسرے مجموعہ
کلام کو کتابی شکل میں لانے کا کام شروع کر رکھا تھا۔
ان دنوں وہ بہت مصروف تھی۔ یونیورسٹی سے
فائز ہونے کے بعد عرفان بابل نیازی کی طرف چلی
جاتی۔ وہ "نیا سویرا" کے آفس میں بقیہ نام طور پر پائے
جاتے۔ ان کی حسن پرستی کی داستانیں عام تھیں لیکن
پروا نے اس سلسلے میں بڑا مثبت اصول رکھا ہوا تھا۔ اس
کے ارد گرد وفاقی دھار یا مضبوط تھا۔ عرفان بابل
نیازی کو مثال بن گئے کی جرأت ہی نہیں ہوئی۔
میر عزیز کی بی بی بیس ہماریں دیکھ لینے کے باوجود
تاجاں نے پروا سے تھک اپنی میدان میں تو وارو لکھا دیوں
کی سرپرستی کرنے میں انہوں نے کبھی بخل سے قسم
نہیں لیا تھا۔ ان کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کی وجہ
سے ہی قریب بہت سے کلام شاعر اور ادیب اپنی میدان
کے روشن ستارے بن کر رہے تھے۔
ایک طرف سے عرفان بابل نیازی اس کے محو قلم
ہی تھے۔ یہ کہ انہوں نے اپنی حلقوں میں متعارف انہوں نے
اپنی گزرا تھا۔ پروا کا شخص بھی انہوں نے "کوڑھل"
جو بڑا کیا تھا جواب اس کے پیدا ہونے کا حسد میں چکا
تھا۔ "کوڑھل" کا مطلب تھا اشریت خوب صورت اور
حسین۔
اپنی حلقوں میں عرفان بابل نیازی کی شہرت کچھ بھی
راہی ہو مگر پروا کے لیے وہ بہت تاشی احترام تھے۔ اس
کی خوب صورتی اور رک رکھنے تو نے عرفان بابل نیازی کو
شروع میں چوڑا کیا ضرور تھا مگر بعد ازاں پروا کا رویہ بدل
کر وہ اپنے خیال میں سمٹ گئے تھے۔ مگر نہایت سے وہ
اس کی زندگی میں رہے تھے۔
پروا پر وہ خاصے نہایت تھے اور دل سے اس کی
عزت بھی کرتے تھے۔ سو وہ ابھی تک کسی بھی
ناخوشوار صورت جلی سے بچی ہوئی تھی۔
مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن سے پروا کی پڑائی
بہم نہیں ہو رہی تھی۔ ان کی زبانوں کا اگلا زہر پروا

کے جانے والوں کے کانوں تک بھی پہنچ گیا تھا۔
فیصل عین اللہ سے پروا کا طبع مسلسل ٹرلی کر رہا تھا
جو بند جا رہا تھا۔ رات کے کھانے پہ راجیہ سے سامنا
ہوا تو وہ پوچھ بیٹھا۔
"میرا اٹھیک تو ہے ہی۔ یونیورسٹی آری ہے؟" اکتا
پریشان تھا پروا کی خاطر۔
"تھا ہاں وہ یونیورسٹی آری ہے۔ کیوں کیا بات
ہے؟" وہ دلی کیفیت کو چھپاتے ہوئے بظاہر عام سے
لہجے میں بولی۔
"اس کا سنل نمبر آف ہے تب ہی پوچھا ہے میں
نے۔"
"او اچھا۔ وہ کافی بڑی ہے۔ ان دنوں۔ یہ اس کی
پڑائی نالوت ہے۔ جب بہت مصروف ہوئی ہے تو اپنا سیل
فون آف کر دیتی ہے۔"
"کیوں تو؟" یہ مصروفیت ہے؟"
"ایگز امریکی قریب ہیں اور وہ اپنی کتاب کی تیاری
میں بھی مصروف ہے۔ عرفان بابل نیازی کی طرف چلی
جاتی ہے وہ وہی۔ بہت قارنٹ بند ہے۔ یہ عرفان بابل
نیازی بھی۔" اس نے بظاہر قریب کر پڑے بے ضرر
انداز میں کہا تھا۔ مگر اصل کچھ پریشان سا ہو گیا تھا۔
راجیہ فیصل سے پوچھ رہی تھی۔ اس نے کبھی
بھی ایسے بھائی کہہ کر مخاطب نہیں کیا تھا۔ ہم بھی نہیں
ایسی تھی اب۔ صرف آپ کہہ کر کام چلا جاتی تھی۔
حیرت کی بات تھی جن سے شادی کے بعد بھی اس
کے دل سے فیصل سے دستبرداری کا دکھ کم نہیں ہوا تھا۔
اب تو اسے ساری عمر میں رونا تھا اور فیصل کو
ہر وقت نظروں کے سامنے دیکھنا اس کے لیے کسی
اتقان سے کم نہیں تھا۔
اس کے لیے یہ تصویر ہی سہی نہ رہی تھی کہ فیصل
جسے وہ شروع سے صحن مند کا دیوتا بنا کر پوجا کرتی رہی
ہے وہ پروا پر جان چڑھتا ہے۔
راجیہ کا حسد اسے صحن نہیں لینے دیتا تھا۔ وہ اپنے

دشمن کی مسلسل ناشکری پہ تکی ہوئی تھی اور اسے اس
کا احساس نہ تھا۔
کتابیں سیٹ کر پروا ابھی ابھی سونے کے لیے
راہ لگ رہی تھی کہ اچانک اس کا سیل فون گنگناٹا لگا۔
ایمل ٹیک کے اخطار بج رہے تھے۔
پروا کی سسٹم نے چہرے کا معاملہ کیا تھا۔
"الٹا آؤ ٹیک۔" اس کی تلاش بدحواسی فیصل کی
اشدخوں کی طاقت اور نیازی ختم کر گئی تھی۔ پروا کی
مصروفیت اور سیل آف ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئی
تھی۔
"وہیک اسلام کہاں گم ہو پروا صاحب! لگتا ہے کہ
مجھے آپ کو لاک آپ میں بند کر پڑے گی۔" فیصل کی
ہے قرار دی تھا اور کچھ سے عیاں تھی۔
"میں تو کس بھی گم نہیں ہوئی اور میں نے کون سا
ایرا جرم کر دیا ہے جو آپ بھلاک آپ کی دھمکی دے
سکتے ہیں۔"
"سارے جرم کون کون کرتے ہیں؟" اس نے صرف آپ
کا نام لیا تھا۔ اس نے اس کا تعلق نہ بنی لگتی تھی۔
"ہائے کہ نہیں تو آف تھا آپ کا؟"
"میں کچھ دنوں بہت مصروف تھی۔ اس
خصوصیت میں سیل فون کو چالو نہ کرنا یا دی میں رہا اس
لیہ ان آف تھا میرا۔"
"بہر حال آئندہ خیال رکھتا ہے۔ مجھ سے دور ہیں
آپ تو رہائے تو نہ توڑے۔ کچھ باتیں خود سے سمجھنے کی
ادائیگی۔" فیصل کے کچھ میں بہت غری تھی۔
"اڑے آئندہ خیال رکھوں گی۔" کہہ کر پروا نے
فون بند کر دیا۔
نیدر آ بھی فیصل کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔
اپنی بلادی کہاں آنے والی تھی۔ کمرے کی تھمیاں
لگاتے لگاتے کوڑھل دی تھیں اور دل تھا کہ پروا کو طلب
کے بار اٹھا۔ جذبات کی کڑی شاید اس تک نہیں پہنچی
تھی تب ہی وہ انجان ہی ہوئی تھی۔

لیکن اتنا ضرور ہوا تھا پہلے کی طرح اس کے انداز
میں۔ بے گانگی نہیں تھی وہ اس کی پابست سے آگاہ
تھی۔
فیصل کے چلوں پہ بہت سے خوب صورت خواب
ہے تھے۔
آخری بچہ دے کر گھر آئی تو تراب لغاری اور غلیم
آئی آئے تھے تھے۔ ان کے سامنے بڑے ٹیبل پہ
مٹائی کے ٹکڑے رکھے تھے۔ پروا کچھ سے بدل کر ان
کی طرف چلی آئی۔ غلیم نے صوفے پر اسے پاس ہی
بٹھالیا۔
"کیسے ہوئے بچہ؟ تم مارے؟" سلام دعا اور خیر
خیریت پوچھنے کے بعد انہوں نے بچہ کی ہیلت پوچھا۔
"بہت اچھے ہوئے ہیں ہمیشہ کی طرح۔" امید ہے
اچھا رہیں گے۔"
"ان شاء اللہ اور رزلٹ تو تم اب مسٹرٹل میں آخری
خونگی۔" غلیم نے اسے تھپتھپا اور اس کے خیال کے
بعد ماما نے اسے ہائی کہ وہ کس مقدمے میں تھی۔
پروا کی شادی۔ وہ انہوں نے بچہ کی ہیلت پوچھا۔
بھی اپنی پوری ٹیبل سمیت انگلیڈت آ رہے تھے۔
اب اتنے غریب بعد وہ آ رہے تھے تو سب بہت خوش
تھے۔
پروا کی شادی سے ہفتہ پہلے ریاض احمد لپے بھائی
یا لڑا انجم کے پاس تھے۔ اقراء اور پروا نے پہلی ہی اوپر کا
پورٹن ان کے لیے سیٹ کر دیا تھا۔ ان کے ساتھ ان کا
چٹا بہو اور دو پوتے بھتیجے بھی تھے۔ یوٹی ان کی سات
سال پہلے فوت ہو چکی تھی۔ لب بوٹے اور پوتی سے
لگنہ مانتے تھے۔ ان کے آنے کے بعد گھر کی رونق
بڑھ گئی تھی۔
پروا پر وہ کی رخصتی تھی۔ اس رات کے بعد اس
گھر میں ایک اور رات باقی تھی۔ پھر اسے یہاں سے
چلے جانا تھا۔ اس کی ماما کچھ دیر پہلے اس کے پاس سے

انہ کو کھینچیں۔

انجم صاحب نے انہیں زبردستی یہاں سے اٹھا کر سونے بیجا تھا کیونکہ اقراء کی فیضیت رونے سے خراب ہو رہی تھی۔

ان کے جانے کے بعد فیصل کی کپاں آئی۔ پرواکاںل ابھی بھی بھرا ہوا تھا۔ اس کی توازن کر اور بھی روٹا آ گیا۔

اس کی بستی بستی تھی تو از فیصل نے فوراً محسوس کر لی تھی۔ مگر جانتے ہوئے نظر انداز کر گیا۔

”کل آپ نے پوری کاپیاں اور پاؤں کے ساتھ ساتھ تاجاں پہ بھی مندی لگوائی ہے۔ لکھنوں سے لو پر تک۔ مجھے اچھا لگے گا اگر آپ نے میری یہ پھول سی خواہش پوری کی تو...“ پروا نے ہنستی سے جی کہہ کر فخر مند کر دیا۔

پروا نے شادی پہ اپنی فرزند زینب کے ساتھ خاتون اور مرد شاہوں کو بھی مدعو کیا تھا۔ ان میں عرفان بانی نیادی بھی تھے۔ جنہیں نے پروا کو شادی کے وقت کی صورت میں اس کا سراپا کو دکھایا۔ اس کا ہوا میں ”تم سے اچھا۔ اور یہ میں پروا کی شادی کے روز منظر نامہ پر آیا تھا۔ اسے اس کی خوشی بھی بہت تھی مگر باپ سے چھڑنے کو کہ اس کی خوشی پہ غلبہ تھا۔

رخصتی کے وقت وہ اتنا پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ خلیم اور رباب لٹاری کے ساتھ ساتھ اور لوگ بھی پریشان ہو گئے۔

رخصت ہو کر پروا رباب منزل پہنچی تھی۔

رہسوں کے لیے جو توں نے اسے گھیرا ہوا تھا۔ فیصل نے تو جان چھڑائی تھی اسے رہسوں سے روکھی نہیں تھی یہ مشکل سے پروا کے ساتھ پانچ منٹ بیٹھا تھا اور وہ لیکن کو مٹائی کھانے کے بعد معذرت کر کے وہ ستوں کی طرف چلا گیا تھا۔ راہیہ اس حد درجہ من کے قریب ہی ”وہو رہی تھی۔ پروا کے یوں رونے سے کچھ فاصلہ میں دو سو گات پیدا ہوئے تھے۔ ان سوتاوں نے

راہیہ کو قدرے شامت کر دیا تھا۔ ابھی فیصل تھوڑی دیر بعد ہی پروا کے پاس سے اٹھ کر گیا تھا تو اس کی اس حرکت نے راہیہ کے پورے وجود میں سکون کی لہریں دوڑا دی تھی۔

حسین اور بابہ نے وہ دن لگا کر فیصل کا بندہ روم ڈیکوریٹ کر دیا تھا اور کل سے لاک کر کے چلائی اپنے پاس رکھی تھی۔ حسین لیکن کی آمد کے بعد ہی بندہ روم کھون چھٹا تھا۔ یہ نہیں ایسی کون سی خاص بات تھی جو وہ بھیا رہا تھا۔

فیصل کی کزنز پروا کو لے کر کمرے تک آئیں۔ تب بابہ اور حسین نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ باقی سب پیچھے ہٹ گئے۔ چنانچہ وہ لیکن ہی اندر رکنے۔

اور پروا جیسی دروازے سے اندر ہوئی بہت کی طرف سے اس پہ پھولوں کی برسات شروع ہو گئی ساتھ ہی وہ کلمہ و عظم کی مدد کرتی ہوئی گونجنے لگی۔

بندہ روم حاجی خوب صورتی سے سجا تھا کہ سب نے ہی تعریف کی۔ راہیہ اور حسین نے لڑنے لگی۔

”اچھا بندہ روم تو تم نے اتنی خوب صورتی سے ڈیکوریٹ نہیں کر دیا تھا۔“ یہ لڑنے کا مودع نہیں تھا سو حسین خنہ پوش ہو گئی۔ ویسے بھی راہیہ کے شہینے میں کچھ عرصے سے تبدیلی سی آئی تھی لیکن لانا تھا وہ لڑنے کے بجائے وجہ ہوئی ہے۔ مگر حنا حلیع جو قسم د بندہ تھا۔ چپ ہو جاتا۔

بندہ کراؤن کے ساتھ رکھا اور سرا کو کچھ اٹھا کر فیصل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ بندہ روم میں آئے ساتھ ہی اس نے جوتی جوتا اور توازن میں سلام کیا تھا۔ اس توازن میں خوشی کی ایک محسوس کی جاسکتی تھی۔

”دیکھنے کی اجازت ہے؟“ وہ پروا کے ہنسنے مرکب دیکھتے ہوئے بولا اور پھر وہ سری طرف سے کوئی جواب ملنے سے پہلے ہی آنچل اس کے چہرے سے ہٹا دیا۔ پروا کی چلیں ہوئے ہوئے لڑ رہی تھیں۔ فیصل نے ہونے خور سے اس کی پٹوں کا کرنا کر لیں۔ کھل اس

کی فلم زادہ بھنویں ستوں تاک ’جنگی آنکھیں اور امریں لب‘ ایک ایک خوش اس نے خود سے دیکھا پروا کے دونوں ہاتھ گود میں دھرے تھے۔ فیصل کا ہڈی ہڈی اس کی نازک ہڈی کی طرف پھوٹا تو دل میں جیہ جی کا درد محسوس ہونے لگی۔ دھڑکنوں کی رفتار خود ہی بڑھ گئی پروا کا ہاتھ ہاتھ رکھ رہا تھا۔

”صند کی جو بہت خوب صورت لگتی ہے کہاں تک ہے؟“ وہ اس کی پوزوں سے جی بڑی کو قریب کر کے خود سے دیکھنے لگا۔ جنہیں تک چوٹی کے بازو تھے وہاں تک تو مندی لگی نظر آ رہی تھی۔

”آج کے دن کی اس میں بہت انتظار کر دیا ہے۔“ پروا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیے تھے۔

”کچھ تو کہو۔“ حنا کا انہی دن کی سب سے اہم دن سے میں تمہارے لیوں سے کچھ سنا چاہتا ہوں۔“ فیصل کی آنکھیں پروا کے نیم والیوں کو ایک ڈیڑھے کے لیے بھونکی تھیں۔

”بولو بابو کچھ تو کہو۔“ شامہ وہ لٹاؤ سے کھینچتی ہو آپ تو اساتقی تجوی یہیں؟“

پروا کے لب کچھ کہنے کی کوشش میں جیسے پھڑ پھڑا گئے۔

فیصل کی پرجوش و لطف نگاہیں تو بڑی محسوس ہو رہی تھیں۔ پروا سے پوچھا ہی نہیں گیا۔ مشاعروں میں شرکت کرنے والی میٹروں مداحوں کے سامنے اپنا کلام پیش کرنے والی پرائیویٹ پروا اس وقت اس کے سامنے نمودار ہو رہی تھی۔

فیصل کو ایک دم ہی اس پہ رحم سا آ گیا۔ اس نے سائیڈ میبل کی دروازے سے روٹلی ڈانٹ ڈانٹا جو سونے کی نازک اور خوب صورت چاکوں پہ مشتمل تھا۔

”یہ بہن خوب صورت پاؤں کے لیے ہے۔“ جھکے جھکے اس نے ڈانڈی لیکن سے پروا کو پاؤں دکھائے۔ ”تو تو سوئیٹ ہارٹ“ پروا کا ہاتھ اس کے لیوں پہ دھرا تھا اور وہ کچھ لہجہ سرکش ہو جا رہا تھا۔

”کچھ خیر آ رہی ہے سو جاؤں لیکن پہلے یہ کپڑے

پہنچ کر دیں گی۔“ بھاری ہنسنے کو سمیٹتے ہوئے بند سے اٹھنے سی لگی تھی کہ فیصل کے ”محبوبہ بازوؤں نے اسے جکڑ لیا۔

”کون سی خیر کہیں کی خیر۔ کب سے میری خیروں کی دشمن بنی ہوئی تھی میں سوئے ہوں گا جیلا۔“ فیصل گستاخیوں پہ لگا تھا۔ پروا کی تو سانس ہی گویا سینے میں ایک نئی تھی۔ اچانک اسے اپنی گردن کے پاس انگلی ملا دیکھا محسوس ہوا۔

یہ بھرا سر شش مند رات بھی اپنے ساتھ برتا چلا گیا۔

ویر کے بعد فیصل اور پروا دونوں ڈاکٹر انجم کی طرف آئے۔ وہ تھے۔

اقراء تھی پروا کو پلٹنے اس کے ہونے کا یقین کرنا رہیں۔ پروا اس لڑکی سے کمرابندی لگ رہی تھی جو اپنی رخصتی کے دن بھوان بھار رو رہی تھی۔ فیصل کی بھرپور محبت کے خمار سے اس کا چہرہ یک رہا تھا۔

دست ان دونوں۔ وہیں رکنے تھا۔ فیصل کافی دیر ڈاکٹر انجم اور اقراء سے باتیں کرتا رہا۔ راتیں بھی یہیں تھے البتہ پروا اور جیلاؤں انجینئر جاپکے تھے۔ وہ بھی ان کے ساتھ شریک شکر تھے۔

فیصل کے سونے کا انتظام پروا کے بندہ روم میں تھا۔ اس نے بڑی دلچسپی سے لت ایک ایک چیز دکھائی۔ اسکول کالج کے زمانے کی تصویروں، بچپن کے بچوں کر کے گئے کھلونے اسکول کی بیچ کی طرف سے ملے تھے تو بڑی سرٹیکٹس اور اسٹو اپنے ہاتھ کے بنائے گئے لینڈ ایکسپ سبب جنہیں بہت شوق سے دکھائیں۔

بچوں جیسی ”صوبیت تھی اس سے اس کے چہرے پر اچھل و تھا۔“ فوٹا اس کے ہاتھ کو چھیرنے کی کوشش کر رہا تھا اور پروا روکتے ہو جاتی۔

”ہری! واقعی تم مشرق لڑکی ہو۔ صوبت پڑی کی نشانیوں کو کہیں تک چھپاؤ گی بولو جواب دو۔ تم یہاں

گھبرا جاتی: وہ میرے پیار کی شدت سے۔ میں تم سے
ایسے ہی ٹوٹ کر پیار کر رہی ہوں کہ وہاں میں ہی تم نے مجھے
اپنا اسیر کر لیا ہے۔ بہت بے بس ہو گیا ہوں۔ اب تو
زندگی تمہارے بغیر بے معنی لگنے لگی ہے۔ میں نے
گھوٹنے پھرنے کے لیے پویش کی میٹ بک کر دلی
ہے۔ اسی جلتے ہم جاؤں گے۔ میں چند دن سب سے
دور اور تم سے قریب ہو کر گزارنا چاہتا ہوں میں نہیں
چاہتا کہ کوئی اور ہمارے درمیان ہو۔ صرف میں اور تم
ہوں۔ اور کوئی نہیں۔
”اتنا پیار کرتے ہیں آپ مجھ سے؟“
”تمہاری سوچی سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں۔ آج کا تم
اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔“ فیصل کا لفظ لفظ چال کی میں
ڈوبا ہوا تھا۔

پروا اپنے ذہن کے کور بکھتی رہ گئی۔
موریشس میں ایک بار گزار کر لوٹنے کے بعد وہ اپنی
پہلی جو اٹھ کر چکا تھا۔ وہ اب بھی گھر اور کینسٹن میں مرن
تھی۔ تزلزل انگلی، نیلم، اپنی، حسان بھٹی، ڈور، سوار
سب کا رویہ بہت اچھا تھا۔ بس راجہ کی طرف سے وہ
اکثر اڑھ جاتی۔ انٹر میں وہ غنچ کر جاتی۔ جیتے ہوئے
جیل بوتی۔ جن کی وجہ سے پروا کے پاس نہیں تھی۔
ایک بار پاکستان سے باہر رہنے کے دوران وہ اپنی پہ
پروا کے پاس۔ شاعری کے بہت سے دعوت نامے ملے
ہو چکے تھے۔ وہ ممبایا سے ملنے کی تہہ پہلا کہ ایک
نی دی پروا ہو مرنے بھی اس کی غیر مہ دوگی میں رابطہ کیا
تھا۔ نئی نسل کے نوجوان خواتین شعراء کے بارے میں
وہ ایک پروگرام کر رہے تھے۔ اس سلسلے میں وہ پروا کو
بھی اپنے پروگرام میں مدعو کرنا چاہ رہے تھے۔ اس کے
عنوان راولپنڈی آؤش کو نسل میں ایک شاعرہ ہو رہا
تھا۔ اس میں خاص طور پر پروا اور نگ کو بھی شرکت کی
دعوت دی گئی تھی۔ نئی نسل میں اس کی مقبولیت کا
گراف ”تم سے“ کی اشاعت کے بعد تیزی سے بڑھ
رہا تھا۔ مرن بل بل بنا دی نے اس سے کہا تھا کہ اپنی دنیا
بہت بڑے سمندر کی مانند ہے اگر تم نے اپنی غنچ
شناخت پر قرار رکھی ہے اور زیادہ عرصے تک۔

دنیا میں زندہ رہنا ہے تو روایات کی پیروی مت کرو۔
یا گھبراہٹ موش اپناؤ۔ لوگوں کے دہلیز میں گھر کرو۔ پروا
نے ان کی نصیحت کو دل و جان سے مان لیا تھا۔ یہی وجہ
تھی اس کا وہ سرا مجموعہ کلام نئی روایات اور نئے
رجحانیت کا دعائے تھا۔

اقربا پیار کو لگ رہا تھا جیسے پروا ان سے صبر و بردبار
ملی ہے۔ حالانکہ صرف ایک ہفتہ کی ہی تو دوری تھی لیکن
ان کی پاسی صفا کو اسے دیکھ کر سیراب ہو رہی تھی۔
پروا کی شادی کے بعد انہیں اپنی تھانیں کا احساس
شدت سے ہونے لگا تھا۔

رات کھانے کے بعد وہ بڑے سکون سے ماما کے
پاس لیٹ جاتی تھی۔ وہ فیصل نے اس کے
مہیا کی۔ کئی کر کے بتایا کہ وہ اسے لے کر آ رہا ہے۔ پروا
نے وہاں سے طور پر محسوس کیا کہ ماما کا کچھ دیر قبل پہنچا
چہ ہمارے ساتھ آ رہا ہے۔ اگرچہ بہت جلد ہی انہیں
نے خود کو سنبھال لیا۔ پروا نے جیسے ہی ان کا دیکھ کر پہچان لیا
تھا۔

وہ وہاں سے فیصل کے منہ کرنا چاہتی تھی کہ
اسے نہ لینے تھے۔ وہ سیکل میں رکنے کی سمر اقرار دے
نہی سے منع کر دیا۔

”اب تم اس گھر کی ہو تمہاری عزت، عبادت، امن
سب تمہارے شوہر کے ہم سے ہے۔ تم سے گھر سے
ہے۔ تم نہ کرو اس کی اور رات رات لے کر آ رہا ہو تو پھر
آج نہ۔“

پروا انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ یہی تو اس کا بھی چاہ رہا تھا
کہ کچھ دن ممبایا کے پاس رہ کر لوٹتی پھر کر نہیں
پوری کرے کوئی مضرب کرنے والا نہ ہو حتیٰ کہ فیصل
بھی نہیں۔ وہ تو شادی کے بعد بے فکر رہی خیر کو
ترس گئی تھی۔

پروا کو اپنے چپ چاپ ہی تھی۔
”میرا بہت مل تھا ماما کے پاس رکنے کو مگر آپ لینے
آئے تو مجھے تیار نہ۔ شادی کے بعد میں صرف ایک

رات اپنے ممبایا کے پاس رہی ہوں۔“ پروا کے لیے
میں نکلی ہی تھی۔
”تم رات ممبایا کے پاس رُک جاتی تو میں ماری
رات نہ سوتا۔ تم میری زندگی کا حصہ بن گئی ہو میں
نہیں وہ تنہا تھا۔ ایک رات بھی اور آئندہ ضد
نہ کرنا۔“ اس کے انداز میں افسانیت تھی پروا اسے
دیکھ کر رہ گئی۔

گھر واپسی پر پروا غلیم آئی کے پاس بیٹھ گئی وہ ماما کی
طبیعت کا پوچھ رہی تھی۔ جن کی طبیعت ان دنوں
مستقل تر رہی تھی۔
”اکٹوٹی لہو اور نا تو تمہارا فرض بنتا ہے۔ من کی دیکھ
بھل کرنا۔“ ماما کی بات پر پروا نے سر ہکا بکا
لی وہی لائن سے گزرتے فیصل پہ اس نے خفا خفا
تکھائی تھی۔

وہ فوری ہو کر چنچ کر پڑھا تھا۔ ایک گھر کی بی شرت
اور نراؤر میں اس کا راز نہ کسے سر لایا یہ نماز تھا۔
وہ آگے پروا کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ محسوس تھا کہ میں
تھوڑا سا بے ہو گئی۔ اقراء کے بارے میں کافی بیانات
ہوتی رہی۔ پھر غلیم سونے چلی گئی۔ فیصل بھی الجھ
گیا۔ پروا بے مقصد ہر ان کے چکر کا قی رہی اور کالی
وہ بعد پڑھ رہی تھی۔ وہ فیصل کے سہارے نہ ہو رہا
نی وہی دیکھ رہا تھا۔ پروا نے اس کے پاس پروا دھرا کر
اٹھایا اور قدرے سنجیدہ پر رکنے کر لٹ گئی۔

”پرانی! کیا بات ہے“ خفا ہو رہی تھی۔ اسے کے بعد
ایک بار بھی خیر سے بات نہیں کی ہے۔“ وہ اس پر
جھل گیا۔

”مجھے خیر آ رہی ہے۔“ وہ اس کے بازو بنا کر ہوا
پہننے والی نوڈیشن پہ لٹ گئی۔

”کلی مجھے ایک بچے کے بعد افسانہ ہے۔“
”تم میں کیا کر رہی ایک بچے کے بعد جانا ہے تو۔“
”پہ تو تمہیں اچھن طے ہے پر ہی؟“
”پلیز مجھے سولے دیں اور پلیز لائنٹ آف کر دیں۔“

اس نے بے پروائی سے کہتے ہوئے گروٹ ہو گیا۔
”لوگ کے سوجھ بوجھ اور ڈنٹ وری۔ میں تمہیں ڈنٹ وری
نہیں کر رہی گا۔“ فیصل بچہ لائنٹ آف کر کے لی وہی
بھی بند کر دیا۔

خیر پروا کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کی
طرف سے سرخ ہوڈنٹ مولے سے تھے ہی آنسو
پہ تراز طریت سے چکوں کا بندہ توڑ کر تیلے میں جذب
ہوئے تھے۔ کالی اور گز رہی تھی۔ اس نے اندھیرے
میں ہی ہاتھ پھیر کر فیصل پر ہاتھ مہا کر نام
دیکھا۔ جن بچنے والے تھے۔ فیصل کی اس کی طرف
پہنچ تھی اور وہ سو رہا تھا۔ وہ بند سے اترتی اور خیر
تھمیت کر فیصل کی طرف چلی گئی۔ فیصل نے پ کی
روشنی پروا کی جھکی اور وہاں پر رہی تھی۔

اس نے سائیڈ ٹیبل سے اپنی ڈاڑھی اور چین اٹھایا۔
کچھ دیر سوچتی رہی اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔ اس عمل
کے بعد وہ شانت تھی۔ لکھنے کے بعد اس نے ڈائننگ بند
کر دی اور پلے کی طرف اپنی جگہ پر آکر لیٹ گئی۔ خیر
نے جلد ہی باہمی خوشی ہو کر کے سینے سے لگا لیا۔

پروا سمجھ رہی تھی کہ وہ مہیا ہوا ہے۔
پروا ایک کتے کے لیے بھی نہیں سوجایا تھا۔
اس کے سونے کے بعد فیصل نے اس کی ڈاڑھی
اٹھائی اور میان میں چین پڑا تھا۔ اس نے کھلی۔ بہت
ی خوب صورت پندرہ لائننگ میں وہ لکھتے لکھتے چھوڑ
گئی تھی۔

سب سے اوپر عنوان لکھا تھا۔ علیہ عنوان
وہ عنوان کے نیچے لکھی گئی تھیں۔
چھ سو رات کا سا ناچ رہا ہوا ہے
کرم موم سے اور پڑھا ہوا
کرم موم سے کھلے کالی
تن میں کھلے کالی
تیری آنکھیں تیری باتیں
وہ رو کر میرے من سے اٹھتی ہیں
میری سوچوں سے نکلے ہیں
تیرے پیار کی پانہوں میں

تیرے پیار کی باتوں میں
پھر بھی جاتے ہیں
نہیں تھے قرار نہیں

اس نے پہلی سے ڈھیری بند کر دی۔ مرکز کو
خواب پروا کی طرف نہ لکھا اور بجائے سونے کے بندہ
نارووانہ کھول کر باہر نکلا۔ جاہل سے اپنی ہر بات
شیر کر رہا تھا اس وقت اس کے دل پہ بے شمار جوہر تھا
مگر یہ بات وہ اس سے بھی چھپاتا چھپاتا تھا۔ رات کے
آخر میں ہر وہ سیاہی اپنے بندہ روم میں نہیں بلکہ فی
لاون میں۔

پروا کیسے ہاں سلجھا رہی تھی۔ فیصل تن گھر پہنچا تھا۔

دوسرے کے بعد ہی اسے وہی پہنچا تھا۔ لب و
لہجہ کی ہر بات پر وہی ہنسی تھی۔ جب وہ اندر
آیا۔

”پروا! اپنے کپڑے اور ضروری چیزیں دیکھ لو میں
جاتے ہوئے تمہیں اننگ کی طرف ڈراپ کر دوں گا۔
کچھ دن روٹک۔ ویسے بھی آئی تمہیں بہت مس کرتی
ہیں۔“ وہ دو دروازے پر پڑے ٹیکل کر ہاتھ روم میں
بند ہو گیا۔

مارے خوشی کے وہ اسی وقت اپنے کپڑے رکھنے
لگی۔ اس کے لیے یہ تصویریں بھی فوٹا تھا کہ وہ مہا کی
طرف رہنے جا رہی ہے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے
طویل قید کے بعد رہائی کا پروانہ سٹایا گیا ہے۔

پروا سب سے پہلے مہا کو فون کر کے اپنے آنے کے
بارے میں بتانے لگی۔

”مہا جان! میں تو ترس گئی ہوں اپنے کمرے کے لیے۔
اب تو یاد بھی نہیں ہے کہ میں آخری بار کب وہاں
سہی تھی۔ خوب ڈھیر ساری باتیں کہوں گی اور پھر
رات تو نکھوں گی۔“ وہ بولتی ہوئی گئی۔ فیصل نما کر رہا
کیا تھا اور اس کی تمام باتیں بھی سن رہا تھا۔ اسے کچھ
دن پہلے کی بات یاد آئی۔

وہ اور پروا کیسے لپٹے ہوئے تھے۔ روزانہ کی طرح
پروا اس کے پاس میز کے اوپر تھک رہا تھا۔ وہ باتیں کر رہا
تھا کہ پروا کا وہ میاں کہیں ہمارا تھا وہ نکلتا لیوں پہ دروازہ پروا
نے اسے پکھے بٹایا۔

”فیصل! چھوڑیں مجھے کچھ لکھنا ہے اگر نہ لکھا تو
بھول جائے گا۔“ اس کی پڑھوش قربت کا حصار تو ڈھیر
اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

اس وقت فیصل نے اس بات کو اہمیت نہیں دی
تھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھایا تھا۔

”پری! میرے پاس بیٹھ کر لکھو نا بھی میں ڈسٹرب
نہیں کروں گا۔“ اس وقت وہ شرافت کے جاسے میں
تھا تھا اور ملان گئی تھی۔

ڈائری اور چین اس کے ہاتھ میں تھا اور اس نے
فیصل کے کندھے سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ فیصل کا
ایک ہاتھ اس کے گرد تھا کہ فیصل دیکھتا تھا اسے بے خبر
یہ تو کوئی اور ہی پروا تھی۔ اس کی فسیوں خیر قسمت سے
بے نیاز تھیں۔ میں گمنام میں آئی ہارو شرارتوں پہ اڑا
گراں پہ اثر نہیں ہوا۔ تنگ آکر وہ اس سے دور ہوتے
نہیں۔ جب وہ لکھ کر فائل ہوئی تب تک وہ سو رہا تھا۔
فیصل نے بھی ہاں پر ناہر نہیں دیکھا۔ وہ سو گیا۔ اس
کی ساری باتیں سن رہا تھا۔

”میں گڈی نکلتا ہوں آہا۔“ باہل میں ہر ش
پھر کر باہر آگئی۔

پروا غلیم آئی اور راجیل سے مل کر گاڑی میں بیٹھ
گئی۔

اس کی غیر معمولی خوشی ان دنوں نے بھی محسوس
کی تھی۔

پروا کو گیت پہ آواز کر رہا گاڑی والوں۔ وہ رہا تھا۔
جب وہ تیز تیز موٹوں سے چلتی اس کے پاس آئی۔

”آپ اندر نہیں آئیں گے؟“ وہ گھٹنے بیٹھے۔ بازو
رکھ کر اس کی طرف ہلک کر غلے پروا نے میز پر لکھ کر کا
بہت خوب صورت سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس کے گلے

سوٹ کے ہم رنگ ہونے پر اسے جن گئے تھے۔ اس
نے ایک دم ناچار جانی۔

”تمہیں نہیں پتا ہو رہا ہوں پھر کبھی سی۔“
”آپ رات کو آئیں گے تو نہیں نا؟“ وہ تصدیق
چاہتی تھی۔

”میں۔ میں نہیں جوں گا۔ تم میرا سے آئی کے
پاس رہو۔ جب آنے کا ہو ہوا مجھے فون کرو۔“ وہ
اندھ دلی تھیں کہش پہ ہو کر بکرا ہوا بار بار انداز میں بولا۔
”اگر تمہیں کوئی سوچے۔ پو آ کر کہیں۔“ وہ خوشی کے
مارے بے قابو ہو رہی تھی۔ اس نے سٹکاتے ہوئے
دور تکی بٹائی تھی۔

”یہ شاعر کیسے یہ تصویریں کتنے وقت ہوتے
ہیں۔ سادہ سے کچھ گندہ سے کچھ گندہ دیکھا کو پیار
و محبت۔ امن بخار میں دینے والے اور خود اندر سے
ناؤک ہذبات کی قدر نہ کر سکا۔“ پروا اپنی نسل کی
گماہدہ شاعروں سے جس کے بارے میں سب کہتے ہیں
کہ جو لوگوں کے دل میں ہوتا ہے وہ نظم سے بیان
کر دیتی ہے۔ خود کو محبت کا سفیر کہتی ہے اور اندر سے
اسے اپنے سب سے قریبی رشتے سے ہر وقت کا
احساس تک نہیں ہے۔ لوگ بہت حساسیت کی پوری
کہتے ہیں اور یہ حساس لوگ خوب سے وابستہ لوگوں کے
بارے میں کہتے ہیں کہ تمہیں نہیں ہو جاتے ہیں۔ کشش
لوگ جو کچھ لکھتے ہیں خود بھی اس کا پاس اور خیال کر لیا
کر لیں۔“

”اس وقت تک وہ دل میں خیریت میں گہرا رہا۔“

رات سونے سے پہلے تک بھی پروا کو یقین نہیں تھا
کہ وہ اسے لینے نہیں آئے گا۔ رات قطرہ قطرہ گزرتی
چلی گئی۔ گدی یہ شاعری کے بعد پہلی رات تھی جو اس
نے فیصل سے دور ہو کر گزار دی تھی۔ صبح کو وہ
سوئی رہی۔ اقراب نے بھی نہیں اٹھایا۔ دس بجے کے
قریب وہ خود ہی اٹھی تو اس نے اپنے ہاتھوں سے پروا
کے لیے ناشتا بنایا۔ سرواں میں وہ اٹھ پر اٹھا بیوی



رغبت سے کھاتی تھی۔ سو سو سو کی مناسبت سے اس
کی پسند کا ناشتا تھا۔ اس نے بڑے شوق سے پورا پورا
ختم کیا۔ دوسرے کھانے میں کچھ کا حلوہ بنو رہا تھا
اقراب نے اس کے لیے بنایا۔ تن ڈاکٹر انجم بھی جلدی
لوٹ آئے۔

پروا کے لیے تو یہ دن بیوی خوشی کا تھا۔ فیصل تن
بھی نہیں آیا تھا۔ سو وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ شادی
سے پہلے والی زندگی جیسے ملخف آ رہا تھا۔ وہی روز و شب
لوٹ آئے تھے۔ اس دوران اس نے ایک نئی
مشاعرے میں بھی شرکت کی تھی۔ مشاعرے کی یہ
مخفل پروا کے ایک پرستار نے سہائی تھی اس
مشاعرے میں اس جیسے فن کے لوگ پروا بھی موجود
تھے۔ انہی میں میں مسٹر جی بھی تھا۔ اکثر مشاعروں میں
دو پروا کو دیکھ اور سن چکا تھا۔ پروا ان کی شاعری اور
خوب صورتی کا وہی سے محظوف تھا۔ مشاعرے کے
بعد کھانے پینے کا بھی انتظام تھا۔ اس دوران وہ قریب
بہاں مسٹر جی پروا کے قریب چلا گیا۔ پروا اسے اس کی
شاعری کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ موصوحت
ایسے تھے کہ وہ انہیں وہ بھی لے کر مجبور تھی۔

”مگر تب تو پروا نہ لگے تو بھی لگے۔“ اسے بات
کر لیا کہوں؟ وہ بیوی نہیں ہے اسے دیکھ رہا تھا اور
ماتھے آنے پڑوں کو پکھے کر رہی تھی۔

”کیوں نہیں اٹھو رہے؟“
”تو پھر اپنا کوئی کٹنگ کٹنگ نمبر دیجیے۔“ وہ اچانک بولا
تو پروا خاموش رہی ہوئی۔

”دیکھ۔ یہ میرا نمبر۔“ اس نے کچھ سوچ کر اپنا
نمبر پبل صدیقی کو دے دیا۔

ماہرین مگر کہتے تھے۔ فیصل نے ایک بار بھی رابطہ
نہیں کیا تھا۔ پروا نے خود ہی اسے فون کیا تو نمبر بیوی
تھا۔ اس کے بعد اس نے سسرالی کا نمبر لایا۔ فون
ملازم نے ریسپونڈ کیا۔ تراب انکل اور ٹیلر آئی گھڑیں
گئے ہوئے تھے۔ راجیہ اپنے بندہ روم میں تھی۔ سو گھر

پہلے خوش ہو گئے۔ اس گھر کے کچنوں کو اپنی
سبکدوشی بھی، جبکہ راجہ ترپہ کی اس کی بیٹی ہونے کے
بلاو دیوہاں والا سلوک کرتی تھی۔

"ہاں ضرور جاؤ، وہ بھی کل تھی تو پوچھ رہی تھی
تمہارے اس کے پس خوش خبری ہے تمہارے لیے۔"
"کون سی خوش خبری؟" وہ بے نیلی سے بولی تو خیم
نے محبت پاش بچھوں سے اسے دیکھتے ہوئے خوش
خبری بھی سنائی۔ شادی کے چھ ماہ بعد در شوار
پہلی بار اید سے ہوئی تھی۔

پروا کپڑے بدل کر بھی وقت در شوار کی طرف
آئی۔ وہ بہت محبت سے فی پروا نے مبارکباد دی تو
در شوار کو سلوک کا شکریہ ادا کیا۔
"سلوٹی کا فون آیا تھا پوچھ رہی تھی پوچھ رہی تھی
جو میں فوراً کہہ رہی تھی کہ تم اتنی ست کیوں ہوتی
ہو۔"

"میں اتنی ہی اس سے بات کروں گی میں من دونوں
بہت بڑی ہوں رزلت بھی تنے وانا ہے اور رزلت دی
پروا گھر کی بڑکارونیک کے لیے بھی جانتا ہے۔" اس
نے مصروفیات کی تفصیل بتائی تو در شوار نے اسے
رشتہ سے دیکھا۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں جو تم جیسی بھابی ملی
ہے۔ چلیں بھی جانی ہوں لوگ تمہارا حوصلہ دیتے
ہیں۔ سنے لوگ نہیں اپنے آئین کا چاند کا چاند
ہوں گے، لیکن یہ فیصل بھابی کی گڈ لک ہے کہ پروا
اور زکلی چہ یہ چاند من کے آئین میں آتے۔"
در شوار کے لیے میں روایتی نہ دل وانا کوئی بلایا نہیں
بلکہ صرف اس کی محبت بولی رہی تھی۔ وہ اندر تک
سرشار ہوئی تھی۔

فیصل ابھی تک نہیں آیا تھا۔ پروا جانتی تو فون
کر کے اسے اپنی آمد کا بتا سکتی تھی۔ لیکن وہ اسے
سرہانہ دیا جانتی تھی کہ اچانک اسے سامنے پا کر وہ

خوش ہو کر اس کی بے مانیوں اور شہ قیاس تصور
کر کے خود سے بھی شرمائی۔

اس نے وارڈ روب سے میروں نظر کاٹ کر صورت
ساموٹ نکالا۔ یہ ٹکڑے بہت مستند تھا۔ اس نے
اڈٹ سائیک لب کیا اور دراز بیل کھلے چھوڑ دیے۔
رفت کے وقت فیصل کبھی بھی اسے بل نہ دے تھیں
وہ تھا اگر بندھے ہوئے تو وہ خود اس کا کچھ جوتا دیتا
تھا۔

"تپ کو تو پولیس ڈپارٹمنٹ کے بجائے کہیں اور
بونا چاہیے تھا۔" اس کی حد درجہ چاہت سے وہ بھی
کبھی خائف ہو جاتی تھی۔

"پری راجیوی جی، یہ نرمی یہ محبت صرف تمہارے
ساتھ مخصوص ہے۔ ورنہ اسنے ڈپارٹمنٹ میں
بہت سخت مشہور ہو۔ تم شکر کیا کرو اس بات پر کہ
میں گھر میں پولیس آفیسر والا سلوک نہیں کرتا۔" وہ
شرارت سے کھٹک پڑا کرتے۔ پروا کے لیون پر
مسکراہٹ آئی۔ مندی اس نے کل ہی ریلوے سے
لگوائی تھی۔ ابھی اپنے لوہر ڈھیر مارا پر قوم اسے
کرنے کے بعد اس نے کمرے کو بھی آئیر فریشنر سے
مریاد کیا۔

اب اسے شدت سے فیصل کا انتظار تھا۔ پورے
ایک ہفتے بعد اسے دیکھنے اور ملنے کا تصور ہی کتنا چہن
فرا تھا۔ اس بندہ ملنے کی دہری نے سب محسوسات کو تنہا
بے معاد کیا تھا۔ اس کا انتظار کرتے کرتے جانے کب پروا
کی آنکھ کھلی اسے خبر نہیں ہوئی۔

فیصل کی آمد پر چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ وہ بج گئے
تھے۔ چوکیدار خود بھی اونگھ رہا تھا۔ بکلی بدوش لب بھی
جاری تھی۔ اس نے بیہ دم کلورڈان بھولا تو اندر زبرد
پاور کا باب چل رہا تھا اور پروا کو خواب تھی۔ اسے
خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ بندے کے قریب کھڑا اسے دیکھ رہا
تھا۔ پروا کے کھلے دراز بیل اس کے دونوں سائیڈ پر
بکھرے ہوئے تھے اور توجہ چاہیہ تھا۔ وہ تھا ایک
بلیکس کے لیے اس کا بی چلا کہ اس کے بکھرے بالوں کو
اس کے چہرے سے بنائے مگر وہ اس نے سمجھا

وہ چنچ کر کے اس کے قریب لینا تو پروا نے اس کی
طرف کرکٹ۔ وہ تھوڑا پارے ہو گیا۔ پروا کی حیات
اس کے محلے میں بہت تیز تھیں۔ اس کی آنکھ
خود خود ہی کل گئی تھی۔

"تپ کب آئے ہیں؟" اس کا خیال میں ڈیڈا بہن
کو کہہ دیں۔ بیدار ہو گیا۔

"خود منٹ پہلے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر نہیں رہا
تھا۔ "گور پلیر سوچو۔" اس نے ٹوٹ بھل جی۔

"تپ ملا دیں نا؟"
"مجھے خود خیال آ رہی ہے سوچو۔" پروا اس کے
قریب آئی۔

"میں نے اپنی جگہ سنا ہے۔" اس وقت وہ بہت
ضد ہی ہو رہی تھی۔

پروا نے اس کے سینے میں منہ چھپا دیا اور وہ سرا
ہاتھ اس کے اوپر رکھ دیا تھا۔

"فیصل ابھی آئے تپ کو بہت مس کیا رات کو بہت
دیر سے سوئی تھی۔"
"کیوں؟"

"تپ جو میرے پاس نہیں تھے اس لیے۔" پروا
نے بے ساختہ انھارنے اسے سرشار کر ڈالا۔ ہر اس
کا جو قول اس نے چڑھایا ہوا تھا بہت آہستہ آہستہ ٹوٹنے
کے قریب تھا۔
"خیال تو تمہیں اب بھی نہیں آئے گی۔"
"کیوں؟ اب کیوں نہیں آئے گی؟"

"اب میں جو پاس ہوں سب سے اسی کا اتنی آسانی
سے پروا نے مسکراتے ہوئے نظریں چرائیں۔

پروا کا رزلٹ آؤٹ ہونے کا خیال پیش کی طرف اس بار
بھی پاس نے اپنی سابقہ پوزیشن پر قرار دے رکھی تھی۔ اپنے
قرار محنت میں اس نے سیکند پوزیشن لی تھی۔ راجہ
بھٹی بھٹی پاس ہوئی تھی۔

خیم اور تراب نگاری کے سب جانے والے پروا

کے حوالے سے انہیں مبارکباد دے رہے تھے۔
اور اس کے میکے سے بھی اقرار اور انجم آئے ہوئے
تھے۔ سلوی نے فون کر کے اس کی کھمبائی کی خوشی کو
دہلا کر دیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت اسے عمل صدر قی
کے فون کرنے سے ہوئی۔ اس نے پتے غلو ص سے
اسے مبارکباد دی تھی اور آئندہ کے لیے نیک
تمنوں کا اظہار کیا تھا۔ اس نے پڑھائی سی لیس سے
پروا کو پھول اور مٹکائی بھی بھجوائی۔ پروا کے دل میں جو
نہیں تھا۔ اس کے ہستاروں میں ہر طرح کے لوگ
شامل تھے۔ جس میں عورت، مووی، شخصیتیں نہیں
تھیں۔

ساتھی شعراء نے اور عرق بلی نیازی نے استخوان
میں پروا کی کامیابی کو اسنے انداز سے سلجھوٹ کیا۔
عرق بلی نیازی نے پروا کو دیگر شعراء سمیت اپنے گھر
مے کو کیا تھا۔ یہ سنا ہوئے تھے جو انھوں نے اسے اپنے گھر
ایا تھا۔ من بلیکا بھٹکا منشا عرے کا بھی پروا گرام تھا۔
پروا کو کیا اعزاز ہوں جو سکا تھا اس نے فیصل کو بھی چٹنے
کا گناہ کر دیا بہت بڑی تھا۔

اس کی ہاتھی میں بونا تھا۔ کیا تھا ان میں سے
ایک لائبریرین بھی تھی۔ بلور اسے اپنی وہ
ایڈٹ ہوئی تھی اور شکر تگ حد تک کوڑھ مٹھ گئی۔
نہیں ہی انکسٹر شلو نے بلور نے جس اس سے سفارش کی
تھی کہ لائبریرین کے توجہ نہ پاس کی تھی بلب سے کچھ
زیادہ پتا نہیں ہے اسے اور نہ ہی اس فیلڈ کے آثار
چڑھاؤ سے واقف ہے۔

لائبریرین انکسٹر شلو کے دوست کی بیٹی تھی جس
لیے وہ بھی اس کی سفارش پر مجبور تھے۔ کچھ ہی دنوں
میں فیصل کو اندازہ ہو گیا کہ لائبریرین کو شروع سے
ایک ایکسیڈت سمجھائی ہوگی۔

وہ اس شوق میں اس فیلڈ میں تھی تھی۔ فیصل نے
میلے دن جب اس سے پوچھا کہ یہ پوزیشن منتخب کرنے
کی کوئی خاص وجہ تو اس نے بیسی بی نیازی سے بتایا کہ
مستر میں نے کچھ سوچا ہے۔ جس کا میں کرکٹر
پولیس لائسنس تھی۔ میں نے تب ہی سوچ لیا تھا کہ مجھے

بڑھ کر پوسٹ پر منت میں جاتا ہے۔ جتنا تک ہادی
جیل میں اکثر لوگ ڈاکٹر یا دیکل ہیں انہیں مجھے نہیں
پسند موسوں میں طرف آئی۔ "فصل کاٹل چاہا اپنا
سر پیٹ لے۔

شروع میں لایہ میں سیریس تھی کیونکہ اسے جانتا تھا
کہ یہ مایہ اس کی ضرورت یا مجبوری نہیں ہے لیکن
فصل کی مانتی میں کام کرتے کرتے اسے بوجی پیدا ہو
چلی گئی۔ اس کی غیر سنجیدگی دم توڑ دی گئی۔ پھر
فصل اس کا پلٹ۔ بہت خوش تھا۔ اسے لب یقین
ہو چن تھا کہ لایہ رجمن بہت ترقی کرے گی کیونکہ اس
میں سیکس کی صلاحیت موجود تھی۔

پروا فصل سے خفا تھی کیونکہ اس نے عرفان
بیل نیازی کے گھر جانے سے معذرت کر لی تھی۔ اس
کے حلقہ احباب میں سے بہت سے لوگوں نے فصل کو
نہیں دیکھا تھا۔ وہ بہت سب سے اسے ملواتا جانتی تھی۔
دروہ اس کے پیچھے ٹھونڈ کا جذبہ کار فرما تھا کہ اس
بیمہاشین دار مو اس کا شوہر ہے۔ اس کا خیال تھا کہ
اسے آئیے ہی جتنا پڑے گا لیکن اس وقت اس کی
حیرت کی انتہا نہ رہی جب راجیہ نے کہا کہ میں
تمہارے ساتھ جاؤں گی۔

پروا کو اور کیا چاہیے تھا راجیہ نے خود تلکی خاطر
کی تھی۔ بڑے عرصے بعد وہ خوش گوار موزوں نظر آتی
تھی۔ سورنہ پروا کے ساتھ اکثر لوگوں سے وہ محسوس ہوا
میں طنز لہجہ اپنانے لگتی۔

عرفان بیل نیازی کا گھر کافی کشیدہ اور سلیقے سے سما
ہوا تھا یہ سارا طبقہ ملازموں کا مہون منت تھا۔ سورنہ
اس پر ہوتا تو گھر کسی کباڑ خانے کا نقشہ پیش کر رہا
ہوگا۔

جیل صدر تھی بھی عرفان بیل نیازی کے مہلوں
میں شامل تھا۔ راجیہ پروا کی پذیرائی پر ایک بار پھر اندر
ہی اندر جیل رہی تھی اور اس وقت کو کوں رہی تھی
دباس کے ساتھ یہیں آنے کی ہائی بھری تھی۔

جیل صدر تھی۔ سورنہ پروا کے پاس آئی۔ "میں
نے کوں سروس سے کپ کی کامیابی پر پھول اور
مٹائی بھجوا دی تھی۔"
"جی ہاں مجھے مل گئی تھی وہ دونوں چیزیں۔ لیکن
مٹائی تو مجھے ملانی چاہیے تھی۔"

"ایک سی بات ہے۔ میں اگر مٹائی کھلانے پر ہند
ہیں تو پھر آپ کو میری ایک بات مانا ہوگی۔" جیل
صدر تھی پھر دیر کے لیے قصداً خاموش ہو گیا اور پروا
کے چہرے پر اپنی مرضی کے تاثرات تلاش کرنے لگا تو
وہ جلدی سے بول پڑی۔

"کون سی بات؟"
"میں اگر آپ کو ملی میں سچ۔ انویسٹ کروں تو
میری دعوت قبول کر لیں گی آپ؟" پروا کا ہوا کار سر
مستقل اس کی آنکھوں کی گرفت میں تھا۔
"بہت مشکل ہے۔ میں اپنے ہنر سے بچ کر
پھاؤں گی۔" پروا نے صاف انکار کر دیا تو وہ پھر بھی ہار
نہیں ہٹا۔

"ایک تو یہ بڑی خرابی ہے گلاب کے ساتھ کوئی نہ
کبھی کاٹا لگا ہی ہو آئے۔" اس کے کہے بے فکر پروا
انہی طعن سمجھتی تھی اور اسے برا بھی لگتا تھا۔

"یہ کتنا ہی تو کباب کا کام ہے؟" وہ کہتا ہے یہ کتنا ہو تو
پھول کی قدر و قیمت کون جانے۔" پروا نے بڑے
لشعہ سے غدار لہجے میں اس کا وار اس کو لوٹایا پھر اس نے
ذرا بھی برا نہیں ہٹا۔

"صرف حسین ہی نہیں ہیں بھی۔ دو اور حسن و
ذہانت جہاں اکٹھے ہو جائیں وہاں ہم جیسے کمزور ہل
لوگ خود کو کیسے سنبھالیں۔" جیل صدر تھی اب کھل کر
سامنے آ رہا تھا۔

"جیل صاحبہ! یہ حسن و ذہانت اب کسی نوہ کی
ملکیت ہے۔ ہر کوئی اس پر حق نہیں دے سکتا۔" وہ غصے
سے کھول اٹھی تھی۔

"معلوم ہے۔ سب معلوم ہے لیکن اگر
جیل صدر تھی پوچھتے کہتے کہ اگر یہاں پروا کے جیل
تھی تھی۔ یہ دیکھتے بغیر کہ اس کی پھیلی کر سی ہے جیسی

وہاں اس کے لئے جیل صدر تھی کے مابین ہونے والی
سب سے کم سن ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی
تھیں۔ پروا کے ساتھ آگیا بلکل ہی فضول نہیں گیا تھا۔

تلاش لوگ جنہیں لاپتہ کرتے ہیں مجھے آج بتا
چاہیے۔" راجیہ رشک و حسد سے کہہ رہی تھی۔
"مجھے نہیں راجیہ! ڈیر میری شاعری کو۔" اس نے
جھجکی غمزدہ لہجہ میں کہا۔

"شاعری کے ساتھ ساتھ تم خود بھی تو خوب
صورت اور اس بات کا تمہیں ایذا پہنچتا ہے۔ سناؤ
میں ہاں۔"

"لیکن راجیہ! مجھ میں تخلیقی ہنر نہ ہوتا تو میری
لوہب صورت کی کوئی نے نہیں پوچھا تھا۔"

"یہ تو نہ کوں غالب آج بہت سے لوگوں کو میں نے
قصائے ارد گرد منڈلاتے دیکھا تھا بہن میں یہ کرے
تھی ہیں سوٹ میں براؤن ہاٹ و لائٹنگ سامرو
بھی تھا۔" پروا کو دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ راجیہ کی لگاؤ
بہت کمزور ہے۔

"ہاں۔" وہ جیل صدر تھی سے ہنسنے لگی۔ "اکثر
مشاعروں میں آتا رہتا ہے۔" اسے پوچھ نہ پوچھا ہی
تھا۔

"ہاں! وہ عرفان بیل نیازی بتا رہے تھے کہ تمہارا
بہت چار ستر ہے۔" راجیہ نے اٹھ چہرے میں تیر
پھوڑا تھا جو نشانے پر بیٹھ پہلی بار پروا کی طرف لڑکھائی
راجیہ سے کبھی کبھی اسے بہت خوف محسوس ہو جاتا تھا
اس نے اکثر نوٹ کیا تھا کہ جب وہ اور فصل اکٹھے بیٹھے
تھے کر رہے ہوتے ہیں یا نہیں بول رہے ہوتے ہیں تو
اس سے راجیہ کی آنکھ بڑے تر سے ہوتے حسرت آمیز
انوار میں ان کا طواف کر رہی ہوتی ہے۔ فصل سے
اپنے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن دل میں
"وہی ضرور تھی۔"

"ہاں جیل صدر تھی میری شاعری کو بہت پسند کرتا
تھا۔" اس نے کہہ کر اپنی جان چھڑائی اور راجیہ کے

پاس سے اٹھ گئی۔

پروا کے مانی ونی پروگرام کی ریڈیو چمک چل رہی
تھی۔ اس سلسلے میں اسے ریڈیو اسٹیشن پر اپنا وقت
اس پروگرام میں اس کی شاعری کے حوالے سے اس
سے گفتگو کی گئی تھی اور ساتھ اس کا کچھ موزے
گلوکاروں کی توازن میں ریڈیو کیا گیا تھا۔ آج
ریڈیو چمک کا آخری دن تھا۔ کئی تہیت میں خرابی کی
وجہ سے ریڈیو چمک میں کئی دیر ہو گئی تھی۔ اسٹوڈیو
میں تو وقت کا اندازہ نہیں ہوا۔ لیکن جب ریڈیو کی
اسٹیشن سے باہر نکلی تو کئی رات برسو پھیل چکی تھی۔
موسم بھی سرد اور ابر بھرا تھا۔

اس نے جیل صدر تھی کو کھل کی کہ اسے ریڈیو اسٹیشن
سے چمک کر لیں۔ کیونکہ فصل تین دن سے لیت تیرا
تھا۔

پروا خشتان کے ساتھ گھر پہنچی تو سب سے پہلی ہی
فصل سے ملی۔ ماما بول اس نے سام کینڈ لگا کر اس
نے نوں ظاہر کیا کہ پیسے سنا ہی نہ ہو اس نے وہاں
سنا کر کیا تو اس بار اس نے اسے غصے سے بھرا
"یہ وقت ہے تمہارے آنے کا؟"

"سوہی۔ ریڈیو چمک میں برہو تھی۔"
"تجسس گھر کا اور میرا ہوش بھی ہے کہ نہیں یا
صرف اپنی شہرت اور شاعری کی ہی پڑی ہوئی ہے۔
میری فہمی کی کوئی صورت اس طرح گھر سے نہیں نکلی۔
میں نے کم سے کم کئی پابندی نہیں لگائی۔ صرف اس وجہ
سے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں لیکن اس محبت کا تم
کو کیا اثر ہوا تھا؟ میں وہیں کچھ یاد رکھتا ہوں عورت
کے لیے اس کا شوہر اور گھر مایہ فہم ہے۔ دو آتے جو
عورتیں اس کا ذہن نہیں رکھتیں ان کے گھر برباد
جاتے ہیں۔"

آج پہلی بار پروا نے اسے یوں غصے میں دیکھا تھا
ایہاں کی توازن بلند ہو گئی تھی۔ راجیہ بھی دروازے پر
آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

میں آئی۔
 مدد شکر کہ تریب اور نیکم کہہ نہیں تھے ورنہ
 فیصل کو اس قدر فتنے میں دیکھ کر جانے کیا مطلب
 لیتے۔
 فیصل کھانا کھا کر کافی پر بعد بیڑہ میں آیا۔ ملازم
 دوبارہ ہوا کو کھانے کے لیے بلانے لگی مگر پروانے
 بھوک نہ ہونے کا بہانہ کر کے اسے چل دیا۔
 پروانہ کو پورا یقین تھا ابھی کچھ ہی دیر میں فیصل کو
 اپنے فتنے کی بدصورتی کا احساس ہو گا اور یہاں سے سو رہی
 کرنے آئے گا۔
 لیکن آگے وہ ٹیٹ ٹیلہ پروا اب بھی رو رہی تھی۔
 اس نے ایک بار بھی اسے چپ کروانے کی کوشش
 نہیں کی اور نہ کھانے اصرار کیا۔
 گنگا جی سے پروانہ کا سارا وجود دل بیا تھا مگر آج
 فیصل کے لیے جس بڑا ہوا تھا۔ دل کے سارے درد کو اس
 نے فتنے کے سر کو دیا۔
 زبردستی لنگھوں سے
 لوبکھے لنگھوں سے
 اپنے تیر لنگھوں سے
 تانے بچھ کر آج
 چھٹی چھٹی کر دیا ہے
 تو نے مجھے روبرو کر دیا ہے
 مجھے اپنے ہی آنسوؤں کی قبر میں
 تو نے زندہ جہنم کر دیا ہے
 تو نے زندہ جہنم کر دیا ہے
 وہ لکھنے پہ تکی تو لکھتی چلی گئی۔ اس نظم کا عنوان
 اس نے "بارہ دسمبر کی رات" رکھا تھا۔ یہ رات اسے
 بھی بھولنے والی نہیں تھی۔ محبت کرنے والے فیصل
 کا یہ نیا روپ اس بھی حساس دل لڑکی کے لیے کتنا
 اچھی اور ناقابل برداشت تھا۔ آج اس نے پروانے
 لیے اپنے دل کے دوا دے اور بازو دونوں نہیں
 کھولے تھے پروانہ کی سائیڈ پر وہ خدیہ پھیل کر لیٹا ہوا
 تھا۔ بھی اپنا کچھ اٹھا کر صوفے پہ چلی آئی۔

رات نے کسی پسر فیصل کی آنکھ میں تیر خیر میں اس
 کے ہاتھوں نے پروانہ کو ڈھونڈ نکال دیا۔ ہوئی خوشی۔
 تب فیصل کے حواس پوری طرح جاگ اٹھے۔ صوفے
 پہ اسے سو رہے تھے کہ فیصل کو سب یاد آ گیا۔
 "پروانہ صاحبہ! یہ تمہاری بھول ہے کہ میں تمہیں
 منہ سے گھٹ "گروٹ بدل کر وہ صوفے کی کوشش کرنے
 لگا۔
 تریب لٹاری کے پاس ملازمہ رحمت کے بیٹے کی
 گاؤں میں شادی تھی۔ اس نے مالگوں سے بھی اپنی
 خوشیوں میں شریک ہونے کی درخواست کی تھی۔
 رحمت برصن پرانا ملازم تھا۔ گاؤں میں تریب لٹاری
 کی زمینیں سنبھالنے اور مزارعوں سے کھل لینے کی
 ذمہ داری رحمت کے بیٹے کی ہی تھی۔ صغورہ بیگم کے ہاتھ
 کی وجہ سے تریب لٹاری نے اپنا تانہ گاؤں اور تانلی
 زمینوں سے بانٹ لیا تھا۔ فیصل رحمت کے بیٹے میں ایک دو
 بار وہ خود بھی گاؤں کا چکر لگاتے تھے۔ اس بار تو رحمت
 نے خصوصی دعوت دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے
 پورے گھر کو تیار کیا تھا۔ درشوار اور بار بھی جا رہے
 تھے۔ فیصل لٹاری کو تین چھٹیاں رحمت عرصے بعد ملی
 تھیں۔ سو وہ بھی بنا ہوا تھا۔ وہی پروانہ وہی بارہ گویاں
 جاری تھی۔ وہ شرمیں پیدا ہوئی اور پلی بیڑہ میں تھی۔
 کسی گاؤں میں جانے کا سلا موع تھا اور وہ سب کچھ
 بھول کر تیار کر رہی تھی۔
 راجہ جانا تو نہیں جا رہی تھی۔ اسوں کا حکم تھا کہ
 رحمت کے بیٹے کی شادی میں سب چلیں گے۔ وہ
 مجبوراً کے تحت جا رہی تھی۔
 جمعہ کی شام کو سب آئے تھے۔ ہو کر اپنی باپنی گزلیوں میں
 بٹلے تھے۔ پروانہ فیصل کے ساتھ آگے پیچھے کے بجائے
 پیچھے پیچھے تھی۔
 پورا راستہ وہ باہر کے منظر میں گم رہی۔ دونوں نے
 ایک دوسرے کو قیلب کرنے کی کوشش نہیں کی۔
 سب اور اہل کے بل کے بالکل ساتھ دو عمارت بنی

میں آئی۔
 مدد شکر کہ تریب اور نیکم کہہ نہیں تھے ورنہ
 فیصل کو اس قدر فتنے میں دیکھ کر جانے کیا مطلب
 لیتے۔
 فیصل کھانا کھا کر کافی پر بعد بیڑہ میں آیا۔ ملازم
 دوبارہ ہوا کو کھانے کے لیے بلانے لگی مگر پروانے
 بھوک نہ ہونے کا بہانہ کر کے اسے چل دیا۔
 پروانہ کو پورا یقین تھا ابھی کچھ ہی دیر میں فیصل کو
 اپنے فتنے کی بدصورتی کا احساس ہو گا اور یہاں سے سو رہی
 کرنے آئے گا۔
 لیکن آگے وہ ٹیٹ ٹیلہ پروا اب بھی رو رہی تھی۔
 اس نے ایک بار بھی اسے چپ کروانے کی کوشش
 نہیں کی اور نہ کھانے اصرار کیا۔
 گنگا جی سے پروانہ کا سارا وجود دل بیا تھا مگر آج
 فیصل کے لیے جس بڑا ہوا تھا۔ دل کے سارے درد کو اس
 نے فتنے کے سر کو دیا۔
 زبردستی لنگھوں سے
 لوبکھے لنگھوں سے
 اپنے تیر لنگھوں سے
 تانے بچھ کر آج
 چھٹی چھٹی کر دیا ہے
 تو نے مجھے روبرو کر دیا ہے
 مجھے اپنے ہی آنسوؤں کی قبر میں
 تو نے زندہ جہنم کر دیا ہے
 تو نے زندہ جہنم کر دیا ہے
 وہ لکھنے پہ تکی تو لکھتی چلی گئی۔ اس نظم کا عنوان
 اس نے "بارہ دسمبر کی رات" رکھا تھا۔ یہ رات اسے
 بھی بھولنے والی نہیں تھی۔ محبت کرنے والے فیصل
 کا یہ نیا روپ اس بھی حساس دل لڑکی کے لیے کتنا
 اچھی اور ناقابل برداشت تھا۔ آج اس نے پروانے
 لیے اپنے دل کے دوا دے اور بازو دونوں نہیں
 کھولے تھے پروانہ کی سائیڈ پر وہ خدیہ پھیل کر لیٹا ہوا
 تھا۔ بھی اپنا کچھ اٹھا کر صوفے پہ چلی آئی۔

خیر! اس میں سب کے گھر نے کا قیام کیا تھا۔
 رحمت کے بیٹے نے ان کے آنے سے پہلے ہی گھر
 کی صفائی کروادی تھی۔ گھر کتنی پرانا تھا۔ لیکن اب
 پروانے کے لحاظ سے اس میں چند ضروری
 تبدیلیاں تریب لٹاری نے کچھ عرصہ پہلے ہی کروائی
 تھیں۔
 رات کا اعلان رحمت کے گھر تھا۔ وہی تھی میں پکا
 من اور بندہ کی مولی رویش اور مٹروانے چاہل ان
 چھٹیاں ہی۔ یہ تھ گھر کر کھائے۔
 رحمت کے بیٹے کی ہارات پر سون و لکھ اور
 رسول ہی ان کی واپسی تھی۔ آج رحمت کے گھر رحمت
 کا تھا۔ موسم رحمت سرد اور لہذا تھا۔ صوفی سے ٹھنڈے
 کے لیے کونکے کی انجیلیاں بن چکی تھیں۔ جس
 جگہ درشوار پروانہ راجہ اور نیکم بیٹھی تھیں وہاں
 رحمت کی بیوی سوئے ہوئے باجور خاص من کے لیے آٹکھنسی
 مل کر رکھی تھی۔ پروانہ سب رحمت رحمت شک نگ
 رہا تھا۔ تریب لٹاری تو جلدی سونے چلے گئے۔ البتہ
 باجور رحمت اور فیصل لڑکیوں کے ساتھ ہی رہے۔ یہ سب
 ایک سائیڈ پر تھے۔
 اور رحمت بھی چوتھے۔
 واحد کی بیوی راشو کی آواز رحمت انچی تھی۔
 گورتوں کی قربانیں پہ اس نے رحمت سے مایہ
 سنا۔
 رحمت سے چھٹی گانے ات اڑ رہے تھے۔ گورتیں
 دھیمی سے اسے سن رہی تھیں۔ سب سے پہلے خوش
 ہوا تھی۔ ساری عمر خدیہ جیسے کنیاں آج شرمیں گزرا
 کر آج رحمت کی خاص اور کھلی فضا میں آکر اس نے
 جیسے ایک نئی دنیا اور رات کی تھی۔ رات کے قطرہ قطرہ
 پھیلنے سناے میں راشو کی گواز تھی پر حرکت رہی
 تھی۔

میں تے میرا دلبر چلی
 بلجیاں نے پیار کھائی
 ساتوں اپنی تیا اے طوکان
 موسم ہوا اے بے ایمان
 رحمت کے بیٹے نے ان کے آنے سے پہلے ہی گھر
 کی صفائی کروادی تھی۔ گھر کتنی پرانا تھا۔ لیکن اب
 پروانے کے لحاظ سے اس میں چند ضروری
 تبدیلیاں تریب لٹاری نے کچھ عرصہ پہلے ہی کروائی
 تھیں۔
 رات کا اعلان رحمت کے گھر تھا۔ وہی تھی میں پکا
 من اور بندہ کی مولی رویش اور مٹروانے چاہل ان
 چھٹیاں ہی۔ یہ تھ گھر کر کھائے۔
 رحمت کے بیٹے کی ہارات پر سون و لکھ اور
 رسول ہی ان کی واپسی تھی۔ آج رحمت کے گھر رحمت
 کا تھا۔ موسم رحمت سرد اور لہذا تھا۔ صوفی سے ٹھنڈے
 کے لیے کونکے کی انجیلیاں بن چکی تھیں۔ جس
 جگہ درشوار پروانہ راجہ اور نیکم بیٹھی تھیں وہاں
 رحمت کی بیوی سوئے ہوئے باجور خاص من کے لیے آٹکھنسی
 مل کر رکھی تھی۔ پروانہ سب رحمت رحمت شک نگ
 رہا تھا۔ تریب لٹاری تو جلدی سونے چلے گئے۔ البتہ
 باجور رحمت اور فیصل لڑکیوں کے ساتھ ہی رہے۔ یہ سب
 ایک سائیڈ پر تھے۔
 اور رحمت بھی چوتھے۔
 واحد کی بیوی راشو کی آواز رحمت انچی تھی۔
 گورتوں کی قربانیں پہ اس نے رحمت سے مایہ
 سنا۔
 رحمت سے چھٹی گانے ات اڑ رہے تھے۔ گورتیں
 دھیمی سے اسے سن رہی تھیں۔ سب سے پہلے خوش
 ہوا تھی۔ ساری عمر خدیہ جیسے کنیاں آج شرمیں گزرا
 کر آج رحمت کی خاص اور کھلی فضا میں آکر اس نے
 جیسے ایک نئی دنیا اور رات کی تھی۔ رات کے قطرہ قطرہ
 پھیلنے سناے میں راشو کی گواز تھی پر حرکت رہی
 تھی۔
 میں تے میرا دلبر چلی
 بلجیاں نے پیار کھائی
 ساتوں اپنی تیا اے طوکان
 موسم ہوا اے بے ایمان

میں تے میرا دلبر چلی
 بلجیاں نے پیار کھائی
 ساتوں اپنی تیا اے طوکان
 موسم ہوا اے بے ایمان
 رحمت کے بیٹے نے ان کے آنے سے پہلے ہی گھر
 کی صفائی کروادی تھی۔ گھر کتنی پرانا تھا۔ لیکن اب
 پروانے کے لحاظ سے اس میں چند ضروری
 تبدیلیاں تریب لٹاری نے کچھ عرصہ پہلے ہی کروائی
 تھیں۔
 رات کا اعلان رحمت کے گھر تھا۔ وہی تھی میں پکا
 من اور بندہ کی مولی رویش اور مٹروانے چاہل ان
 چھٹیاں ہی۔ یہ تھ گھر کر کھائے۔
 رحمت کے بیٹے کی ہارات پر سون و لکھ اور
 رسول ہی ان کی واپسی تھی۔ آج رحمت کے گھر رحمت
 کا تھا۔ موسم رحمت سرد اور لہذا تھا۔ صوفی سے ٹھنڈے
 کے لیے کونکے کی انجیلیاں بن چکی تھیں۔ جس
 جگہ درشوار پروانہ راجہ اور نیکم بیٹھی تھیں وہاں
 رحمت کی بیوی سوئے ہوئے باجور خاص من کے لیے آٹکھنسی
 مل کر رکھی تھی۔ پروانہ سب رحمت رحمت شک نگ
 رہا تھا۔ تریب لٹاری تو جلدی سونے چلے گئے۔ البتہ
 باجور رحمت اور فیصل لڑکیوں کے ساتھ ہی رہے۔ یہ سب
 ایک سائیڈ پر تھے۔
 اور رحمت بھی چوتھے۔
 واحد کی بیوی راشو کی آواز رحمت انچی تھی۔
 گورتوں کی قربانیں پہ اس نے رحمت سے مایہ
 سنا۔
 رحمت سے چھٹی گانے ات اڑ رہے تھے۔ گورتیں
 دھیمی سے اسے سن رہی تھیں۔ سب سے پہلے خوش
 ہوا تھی۔ ساری عمر خدیہ جیسے کنیاں آج شرمیں گزرا
 کر آج رحمت کی خاص اور کھلی فضا میں آکر اس نے
 جیسے ایک نئی دنیا اور رات کی تھی۔ رات کے قطرہ قطرہ
 پھیلنے سناے میں راشو کی گواز تھی پر حرکت رہی
 تھی۔
 میں تے میرا دلبر چلی
 بلجیاں نے پیار کھائی
 ساتوں اپنی تیا اے طوکان
 موسم ہوا اے بے ایمان
 رحمت کے بیٹے نے ان کے آنے سے پہلے ہی گھر
 کی صفائی کروادی تھی۔ گھر کتنی پرانا تھا۔ لیکن اب
 پروانے کے لحاظ سے اس میں چند ضروری
 تبدیلیاں تریب لٹاری نے کچھ عرصہ پہلے ہی کروائی
 تھیں۔
 رات کا اعلان رحمت کے گھر تھا۔ وہی تھی میں پکا
 من اور بندہ کی مولی رویش اور مٹروانے چاہل ان
 چھٹیاں ہی۔ یہ تھ گھر کر کھائے۔
 رحمت کے بیٹے کی ہارات پر سون و لکھ اور
 رسول ہی ان کی واپسی تھی۔ آج رحمت کے گھر رحمت
 کا تھا۔ موسم رحمت سرد اور لہذا تھا۔ صوفی سے ٹھنڈے
 کے لیے کونکے کی انجیلیاں بن چکی تھیں۔ جس
 جگہ درشوار پروانہ راجہ اور نیکم بیٹھی تھیں وہاں
 رحمت کی بیوی سوئے ہوئے باجور خاص من کے لیے آٹکھنسی
 مل کر رکھی تھی۔ پروانہ سب رحمت رحمت شک نگ
 رہا تھا۔ تریب لٹاری تو جلدی سونے چلے گئے۔ البتہ
 باجور رحمت اور فیصل لڑکیوں کے ساتھ ہی رہے۔ یہ سب
 ایک سائیڈ پر تھے۔
 اور رحمت بھی چوتھے۔
 واحد کی بیوی راشو کی آواز رحمت انچی تھی۔
 گورتوں کی قربانیں پہ اس نے رحمت سے مایہ
 سنا۔
 رحمت سے چھٹی گانے ات اڑ رہے تھے۔ گورتیں
 دھیمی سے اسے سن رہی تھیں۔ سب سے پہلے خوش
 ہوا تھی۔ ساری عمر خدیہ جیسے کنیاں آج شرمیں گزرا
 کر آج رحمت کی خاص اور کھلی فضا میں آکر اس نے
 جیسے ایک نئی دنیا اور رات کی تھی۔ رات کے قطرہ قطرہ
 پھیلنے سناے میں راشو کی گواز تھی پر حرکت رہی
 تھی۔
 میں تے میرا دلبر چلی
 بلجیاں نے پیار کھائی
 ساتوں اپنی تیا اے طوکان
 موسم ہوا اے بے ایمان

باز پروانی دھپھی اور آستینیں دینے لڑکھا ہوش میں بیٹھا تھا اور نہ سر ہلے نہ دانت اس کے بھی نہ بچنے کے تھے۔
 رانیہ کی آنکھیں غیند سے پو بھل ہو رہی تھیں ہنس
 نے شکر کیا کہ سب سے مہلت سے انھیں واپسی پہ ہانک کے
 پاس سے گزرتے ہوئے پورا چند ظلم کے لیے رُک
 گئی تھی۔ سبوں اور امانوں کی جلی جلی خوشبو غصا کا
 حصہ بنی ہوئی تھی۔ چاندنی میں پئی ہوئی رات اسے
 بے ساختہ اپنی طرف باڑی تھی۔ لکھن کی خشکی کا ڈور
 نہ ہوا تو وہ تھوڑی دیر کے لیے یہاں ضرور رہتی۔ مگر
 باتیں کو دیند تو ہی تھی لٹا پھار اسے بھی قدم ہدھانے
 پڑے۔

درد جبہ ہوتی تھی تھی تو فیصل کا دل کرتا تھا کہ اس سے کہنے لے لی آپ رہیں۔ واک کریں۔ ٹانگ کریں، لیکن خدا اڑا: ہمارے ڈیڑھ منٹ کا چھپا چھوڑ دیں۔ اب وہی اہل رحمان مثلاً ایس ایس پی پناہ تھی۔ فیصل کے مشاہدات اور تجربات اس کے بہت بھرپور تھے۔

فیصل کی توجہ سلائیہ تلخ تھی کٹنگ ہورہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ فیصل انجمنی دھیرے دھیرے اس میں انٹرست لینے لگا ہے۔ وہ بھی ایسی کہ کوئی بھی مرد اس میں دیکھیں لے ملے تھا۔

جب سے پروا تھی فیصل ان میں تین چار بار کل کرتا۔ ایک دن پروا مشاعرے میں تھی۔ سبیل اس نے سافٹسٹاپ پہ چھوڑا تھا۔ یہ کل کرتا رہا اور ریسیو نہیں کر سکی۔ کانٹن: دیکر دول تلی تو خود اسے کٹی بیٹک کی، مگر وہ اتنے قہقہے میں تھا کہ اس کی کل رہی ہوئی نہیں کی۔ تین چار بار اس نے فون کیا پھر وہ اس نے دیکر کہہ دیا۔

رات موندے سے پہلے اس نے فیصل کو تکی ایم سواری کا خوب صورت سالن ایس ایم کیا۔ اسے یقین تھا ایس ایم ایس ریسیو کرنے کے بعد اس کا قصہ ختم ہو جائے گا۔

پروا یعنی کیا اپنی کہ مصروفیات کا پتھر سا پانی پڑا۔ اس کا سارا وقت اپنی تخلیقات کو بنوانے منوارنے اور ہر ستاروں کے سامنے پیش کرنے میں صرف ہو رہا تھا۔ اس دوران بنانے صدیقی مسلسل رابطے کی کوشش میں رہا۔ پروا مشاعرے اینڈ کر رہی تھی۔ وہ دن پہلے وہ کراچی سے لوٹی تھی تو آج لاہور جاتا تھا۔ لاہور سے وہ ایسی پہ سرگودھا لاہور گرام تھا اور ان سب کے درمیان فیصل کی ذات بری طرح نظر انداز ہو رہی تھی۔

رات کو تھائی کے جو چند خوش قسمت لے میر

آتے اس میں بھی پروا کے پاس اپنی ہی باتیں ہو تیں۔ وہ ہنس ہنس کر مشاعروں کے دوران پیش آنے والے واقعات سے بتاتی۔

پروا لاہور سے لوٹی تو گھر کی گھنٹوں غیر معمولی کا احساس اسے گیٹ سے قدم لہر رہتے ہی ہو گیا۔ بے حد خاموشی طاری تھی۔ کوئی بھی انہر نہیں کرتا تھا۔ ملائکہ شام کا وقت تھا اور اس وقت سب جمع ہوتے تھے۔

"سب نوگ کہاں ہیں؟" انی وی لاؤنگ میں بیٹھی ڈرات میں گمن تھ لیلا ماز سے اس نے پوچھا تو وہ مدعو شہر چھوڑ کر ایک دم گھڑی ہو گئی۔

"سب اپنے اپنے کمروں میں ہیں۔" اسے بتاتے ہوئے وہ کچھ پریشان سی نظر تری تھی۔

وہ سیدھی راجیہ کے روم کی طرف بیٹھ گئی۔ اس نے پرواز سے پہلے وہ تین دلدہ و سنگ ہوئی تب راجیہ نے دروازہ کھولا۔ وکشت زدہ چہرہ: سرخ آنکھیں، کھجورے دل، وہ اتنی دیر ان دورا جڑی باجڑی لگ رہی تھی کہ پروا پریشان ہوئی۔

"راجیہ! کیا ہوا ہے؟" اس کے پوچھنے کی دیر تھی راجیہ کی آنکھیں از سر نو دس پڑیں۔

"اندر آؤ۔" اس نے پروا کو اندر کر کے دروازہ لاک کر لیا۔

"مجھے بتاؤ تو سہی: پروا کیا ہے؟" سب نوگ کہاں ہیں؟

"اوہ جی رہی ہیں اور کہاں جاتا ہے؟" لیکن تم نے اپنی کیا حالت بتائی ہوئی ہے؟

اس نے روٹی ہوئی راجیہ کا سر اپنے کندھے سے لگایا۔ ابھی بڑھتے بھر سلیسی ڈاکٹر نے چیک اپ کے بعد راجیہ کو دستان کو خوش خبری سنائی تھی کہ آپ الدین بننے والے ہیں۔ ظاہری بات ہے گھر میں خوشی کی نمود ہو گئی تھی۔

پروا ان دونوں اپنی مصروفیت میں انہی ہوئی تھی۔

ایک نئی لیلیہ ایم ویو اسٹیشن کی طرف سے اسے سیدلی کی آخری تھی۔ لیکن یہ پروگرام رات بار بجے کن ایر ہو تا تھا۔ پروگرام کا کارٹ میٹ: ڈاکٹر کا لور لوبی قسم کا تھا۔ اس کے مزاج کے تین مظاہر۔ لیکن ایک خرابی تھی کہ اس کا نام رات بار بجے کا تھا اور فیصل نے یہ پروگرام کرنے کی اجازت اسے کبھی نہیں دی تھی۔ اس نے عجیبی طور پر یہ نئی پروگرام کرکٹس نام میں کیا تو بہت پسند کیا گیا۔ وہ روزی ریڈیو اسٹیشن چلی جالی۔ بات کسی سٹیج پر نہیں پہنچ پاری تھی یہ تکہ پروگرام کا نام اس کے لیے سوٹ ایبل نہیں تھا۔ پھر بھی اسے امید تھی کہ وہ ہر روز پروگرام کو قائل کرے گی۔

میں کیا ہیں؟ ماہوں 'منانی' متن: در شوار تپتی سب کتابوں کے ہیں۔ پہلے ہی نوگ: مجھ سے مت پیار جلتے تھے۔ لیکن اب انہیں مجھ سے بہت سی شکایتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا بھی تھا کہ ابھی میں ملنے کے قتل میں ہوں۔ میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی میں نے اس سٹے میں دستان سے بات کی کہ میں بارش کو روکتی ہوں کیونکہ ڈاکٹر نے صاف بتایا ہے کہ میں بنانی انگلی میرے لیے رسک ہے۔ اس بات پر اس نے نہ شور مچایا کہ نہ پوچھا: پورے گھر کو جمع کر لیا۔ سب نے اپنی لعن طعن کی تھی کہ نہ پوچھا۔ جیسے سارا قصور میرا ہے۔ مجھے تو نہیں لگا کہ ان سب کو میری زندگی یا صحت سے لگاؤ ہے۔ تم بھی تو ہوا 'فیصل' نے بھی کہیں فورس کیا یا تنگ کیا تم مزے سے شہرت کے مزے نوٹ رہی ہو؟

آج یہاں کل وہی 'ایک' میں ہوں کہ شے جیل عورتوں کی طرح بنے پیدا کر نے لگا ہوا ہے۔ پروا نے جانے کیوں اس سے نظر اٹائی تھی۔ فیصل کو بھی سچے بہت پسند تھے اور وہ جب سوز میں ہوتا تو اکثر کتا پری یا صرف مجھے دے دیتے تھے وہ اس کے بعد لور جتنا نہیں کہیں لگا۔ جو اب آج جتنا جالی۔ تو اس کی خند کے کپاٹوں مجبور ہو کر خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن راجیہ کو چیک اپ کے بعد جب ڈاکٹر نے

خوش خبری سنائی تو بہت خوش ہوا تھا۔ "مجھے بتانا میرا کیا قصور ہے؟" راجیہ کی آنکھیں بھیجی جھٹکی تھیں۔ پروا خاموش ہو کر اسے کہنے لگی۔ اس سوال کا جواب تو اس نے پہلے ہی نہیں تھا۔ اسے کسی ڈاکٹر سے کہہ دے۔ عظیم آئی کی طرف تلی۔

"السلام علیکم" کسی جی اس آپ لور آج گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ جواب میں انہوں نے سر کو دھیرے سے ہلایا۔ ان کے لب سانت لور آنکھیں اجنبیت کا اثر دے رہی تھیں۔

"تم گھر میں نکلو تو تمہیں ہٹا دیتے! لیکن تمہیں تو شہرت ڈیڑھ عرصہ ہے۔"

توجہ پٹی بار انہوں نے ایسی باتیں کی تھیں سو پروا کو حیران لور پریشان ہو جاتی تھا۔

"آئی! کیا ہوا ہے؟ کچھ باتیں تو سہی؟" پروا نے ان کے قریب بیٹھے: دئے اپنے دونوں ہاتھ ان کے گھٹنوں پر رکھ دیے۔

"پروا! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے،" جانے میرے بڑے کون گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔" عظیم پیٹم کی آنکھوں میں لمبی پٹکتے جی تھی۔ پروا کا دل تڑپ سا اٹھتا۔

"آئی! گھر میں کوئی بات ہو گئی ہے؟ میں اپنی قلمی مانتی: ہوں کہ کچھ دیر سے ہفتے سے شہر سے مصروف رہی۔ اس لیے گھر کے معاملات پر اس طرح توجہ نہیں دے سکتی۔" گھر مجھے کچھ بتائیں جو سہی ہو گیا ہے؟

"راجیہ کتنی ہے مجھے دستان کے بچے کی ماں بننے سے نفرت ہے۔ پورے ہفتے سے اس نے ہمیں جلی پہ لگایا ہوا ہے۔ جب سے اس کی رپورٹ سناؤ تو تکی ہے تب سے وہ خند پہ اڑی ہوئی ہے کہ اس نے بارش کو لٹا ہے؟" وہ کسی صورت بھی دستان کی اولاد پیدا نہیں کرے گی۔ پہلے تو یہ: خند! صرف ان کے بیڑوم تک تھا۔ آج بیڑوم سے باہر نکل کر پورے گھر لور سارا بھرا بھی تک بھی پہنچ گیا ہے لور آج تو راجیہ نے خند کر دی۔ خوب زور زور سے جیجی لور چائی۔ فیصل

اس کا تیسرا مجموعہ کلام ”پھرنے سے ذرا پہلے“ کافی عرصے کے بعد منظر عام پر آیا تھا اور اس کا سارا اثر و ثبوت ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ اب اس کا فن اور بھی نکھر گیا تھا۔ اس مجموعہ کلام میں جتنی بھی شاعری تھی اکثر میں پھرنے کا کرب نمایاں تھا اور اس کرب نے شاید اس کے فن کو مزید پختگی عطا کر دی تھی۔

وہ اپنے آئیں سے گھر کے لیے کافی لیٹ روانہ ہوا۔ صوبائی پولیس افسروں کے ساتھ میٹنگ تھی۔ وہ آج کل پشاور میں اپنی خدمات سر انجام دے رہا تھا اور سرکاری رہائش گاہ میں رہ رہا تھا۔ کھانے کو ذرا بھی بل نہیں تھا اس نے ملازم کو کھانا اپنے سے منع کر دیا اور چائے پلانے کو کہل۔ یونیفارم تبدیل کر کے اس نے لی وی جن کر لیا۔ پونہ بیس سڑنگ کرتے ہوئے ایک چھینل پر اس کی نگاہیں ساکت ہو گئیں۔

میں بھی تھا وہ بھی تھا
کیسے کہنے کا یہ جیون تھا
یادیں زار واد کرنا
کیونکر رہو گے تنہا تنہا
سوئی صدمہ ہوا ہی تھی۔ اس کی آنکھیں لاکھوں انسانوں کے چہرے بھی اس کی پہچان کر سکتی تھیں۔ اپنے مخصوص بدنکش لہجے میں وہ اپنا کلام شاعری تھی۔ فیصل کی نگاہوں کی اسکرین سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ ملازم نے چائے اس کے سامنے رکھ دی تھی۔ وہ یونہی رہی رہی۔

وہ اپنا کلام بڑھ کر لکھ کر اسکرین سے مانتا ہو چکی تھی مگر وہ نئی آنڈ بن سالیب بھی اسے گھورے جا رہا تھا۔

اسے پتا تھا تن کی رات اس پر بہت بھاری گز رہے گی۔ خیر کراں اتنی بھی لب سکون کی خیریں تو روٹھ چکی تھیں۔ تین سالوں میں وہ سکون کی بھرپور خیر کر ترس گیا تھا۔ خیر اتنی بھی تو ٹوٹ ٹوٹ کر نڈ لب میں

لپٹی۔ دو دو کو چھوٹی لب تو اس کے ماتحت بھی کہنے لگے تھے کہ ”سراپ کی آنکھیں خند کی کمی سے سرخ رہتی ہیں۔ آپ کچھ دن رات سوئٹ کر لیں۔ مگر وہ ایسے مشوروں کو تیل دتا۔ ملازم بعد اسلام آباد جاتا تو اس کی کوشش ہوتی کہ رات وہیں پہنچے۔ لیکن میں کی ممتا اس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی۔ سوئٹ روم میں سو جانا لیکن اپنے بیدار روم میں نہ جاتا۔ خلیم کڑھ کر رہ جاتیں لیکن اب انہوں نے فیصل سے کچھ بھی کہنا چھوڑ دیا تھا۔

کب شاپ کے سامنے اس نے بے اختیار اپنی گاڑی روکی تھی۔ صدمہ میں ایک نام سے آیا تھا۔ کلام ختم کرنے کے بعد کسی انجلی ہی قوت کے زیر اثر وہ کتابوں کی اس دکان کی طرف گیا تھا۔ پروا اور نہ کل کا نام مجموعہ کلام لے کر بہت تیز رفتار دی سے وہاں سے نکلا تھا۔

دلہن پہنچ کر اس نے ہڈی بے تلی سے شاپ سے کتاب چھینی۔
”پھرنے سے ذرا پہلے“ اس نے منوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے جانے کسی یاد کو تازہ کر دی تھی۔ کتاب کا ناٹک بہت دلچسپ اور اسی کے رنگوں میں اپنا ہوا عنوان کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا اس نے کتاب کھلی۔

کل رات میری آنکھوں کو کسی صدمہ دھس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی تو

میرا نگہ سی میرے آنسو پونچھ رہا تھا اس سے مزید پڑھا نہیں گیا اس نے کتاب بند کر کے سینے رکھ لی تھی۔ اس کیفیت میں تھی دیر تھیں رہنے کے بعد اس

ملا اور کتاب کھولنے کی عبت کی تھی۔
ہاتھ اٹھائے وہ دنگ لے لے

ایسے ناک میرے مارا اور اور اتھ میری پتیلیوں میں سٹ آئے ہیں اس سے اس نے بے اختیار اپنی آنکھوں کو بچا محسوس کیا تھا۔

اس نے لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر کتاب بک شاپ میں رکھی اور باہر نہیں پہنچا۔ ان گزرتے ملاو سالوں میں اس نے پروا کی یاد سے دامن چھلنے کی کتنی کوشش کی تھی لیکن وہ تن بھی تاہم تھا۔ کسی نہ کسی نئی وی نوڈیو یا اخبار سے اسے خبر مل ہی جاتی تھی۔ شاپ میں سب نے کتنا سچایا تھا۔ خلیم نے دانے ویسے لپٹیں کیں مگر اس کی اٹا کا بٹ نہ ٹوٹا اور آن وقت تھتا آگے سرک آیا تھا۔

لائب رحمان نے اسے پکھانے کی مہم جاری رکھی تھی۔ اس نے بی بی جرات سے اپنے جذبات کا انکسار کر دیا تھا۔ ممانے بھی کما کر شاپی دھس کر لیتی تھیں۔ تو وہ بے نیست ہی کر رہے۔ مگر وہ ان ایک سی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتے ہوئے تھے کچھ گزر جائے گی۔

لائب کے گھر میں سب کو پتا تھا کہ وہ فیصل کو پسند کرتا ہے۔ اپنی زندگی کے بارے میں اس نے فیصل کو لیا مگر تن تک با آہوش تھا بل میں پرانے درد کا بے پناہ جاگ اٹھتے تھے۔

”پلا آگے آگے“ ایمان شور مچاتی اس کی ٹانگوں سے لپٹی تھی۔ اس نے ایمان کو اٹھایا۔
”پلا کی جان کیسی ہو؟“ فیصل نے قریب عبت سے اس کا کل چمک پھرا۔ اٹھائے اٹھائے وہ اندر داخل ہوا۔ سبھی وی ڈنک میں بیٹھے تھے۔

”ایمان تمہیں بہت یاد کرتی ہے کم سے کم یہی کا تو خیال کر لیا کرو۔“ ممانے شکایتی نگاہوں سے اسے

دیکھا۔ ”ہو کیا ہوں اب میرے پوٹنگ آرڈرز آگے ہیں۔ میں آپ کے پاس ہی ہوں۔“ خوشخبری سن کر اس نے انہیں تین دن اور پھر خوش کر دیا۔ رلیج اس کی تدبیر وہاں سے اٹھ کر لپٹی تھی۔ فیصل سے وہ شرمین تھی۔ نومال کے دور میں اس نے خود کو اس قابل نہیں سمجھا تھا کہ فیصل کا سامنا اٹھے۔ سر کے ساتھ کر سکتے۔ ملا تھا اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی رلیج کو معاف کر دیا تھا۔ لیکن وہ خود کو معاف نہیں کر پاتی تھی۔

ایمان اس کی گود میں بیٹھی دکھائیں کر رہی تھی اور وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ ایمان کی باتیں بل۔ ویسے ایمان اور معصوم تھیں۔ پائل اس کی طرح اس کی ساری تھکن ہوا ہی بڑھ کر لپٹی اور چھو ہوئی تھی۔ رات وہ کھلی سنتے سنتے اس کے پاس ہی سوئی تھی۔

فیصل ایمان کے سوئے ہوئے معصوم چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ سری سائیڈ پہ لائے ہوئے خواب تھی۔

ایمان نے کبھی سننے کی خیر کی تھی۔ اس کی معصوم باتیں فیصل کے دل میں اتر کر پھل پھاڑتی تھیں۔ تن بھی کھلی سننے کے دوران اس نے فیصل سے سون کر دیا تھا کہ پلا شہزادے نے پھر شہزادی سے صلح کی کہ نہیں۔ فیصل نے اسے ہلانے کے لیے کہہ دیا کہ وہ موجود تار پلائی عورت شہزادی ہی نہیں۔

”پلا! آپ بھی شہزادی کو احوال دے رہے ہیں نا؟“ اس نے بڑی بے ساختگی سے سوال کر دیا تھا۔ فیصل اسے دیکھ کر رو گیا۔ اب وہ سوچتی تھی لیکن اس کا معصوم سوال فیصل لغاری کو ماضی میں لے گیا تھا۔

فیصل گہری خیر میں تھا جب شور سے اس کی آنکھ کھلی۔ بچے سے چہنچہ چائے کی توانوں کے ساتھ حنا لور مٹا کی ملی جلی توازیں بھی آ رہی تھیں۔ وہ

مرد تحمل جانے کے لیے سخت کوشش میں ہی جندی سے بچے آئے۔
 راجہ مسلسل چل رہی تھی اور مہاراجہ کو ادھی
 تھیں۔
 "راجہ! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ ہمیں اس
 طرح شور مچ رہی ہو؟" فیصل اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا
 مہاراجہ بہت نرم تھا۔

"میری مرضی میں جو بھی کہیں۔" وہ بدلتی سی
 ہوئی مگر اس کا لڑکھانہ اور بدتمیزی پر واضح کر گیا۔
 "پھر کیوں ہالوں کی طرف شور مچ رہی ہو؟" فیصل
 جو بھی شکایت سے قریب سے ہٹاؤ۔ "اب بھی نرمی
 اور برداشت سے ہم لے رہا تھا۔"

"ہاں ہاں میں ہالوں کی طرف شور مچتی ہوں سب
 کو مجھ سے شکایتیں ہیں اور سب کی جیتنی جو ہے وہ
 جو بھی کرے کوئی نہیں ہوتا۔" مہاراجہ کے ہاتھ مارا
 مہاراجہ ان کی بات پر ہنس رہی تھی۔ "کوئی نہیں بولتا۔ کبھی
 بیڑے بھی لائی آتی کراچی کل لاؤں اور یہ دو کرتی پھر
 رہی ہے نا! آپ کو نہیں بتاؤں جو بھی ہوتا ہے وہ سب
 کی جگہ ہوتا ہے۔" فیصل صدیقی سیت بنانے لگے
 "کون تو ہے؟" وہ بے خوف بنا رہی تھی اور آپ اپنی بیوی کو
 نہیں سن رہی تھیں۔ "راجہ کے جملے تھے کہ آگ
 فیصل اب بچے ستارہ۔"

"آج صرف حقیقت میری زبان تک آتی ہے نا!
 کل آپ کی شہرت پانچ بیوی کے کارنامے اخباروں
 رسالوں میں بھی آئیں گے آپ کس کس کو منع
 کریں گے؟" اپنے گھر کی خیریں میری لکھنوی کریں۔"
 سب بکنا رہا کہ وہ تو اس دن سے تھے کسی میں بھی
 اتنی بہت نہیں ہوئی کہ آگے چلے کر اسے خاموش
 کر دے اور وہ تھک کر خود ہی چپ ہو گئی۔

فیصل جس طرح ہنسنے لگا تھا اسی طرح گاڑی
 کی چابی لے کر گاڑی اشارت کر کے جانے نہیں پتا
 گیا۔ اس نے راجہ کی کسی بھی بات کے جواب میں
 کچھ نہیں بولا۔

وہ اسے شادی کے پہلے دن ہی اس نے ایک بات

بہت زور دے کر کہی تھی کہ میری میں وہ چیزوں کے
 بارے میں کچھ دیکھو اور نہیں کر سکتے ایک سانی بیوی کے
 گھر کھڑا اور وہ میری اپنی عزت نفس اور اہمیت کے لئے
 چیزوں کا فیصلہ رکھنا ہے مگر مجھے تم پر راجہ ہیں کہ
 تم ہمیں مہر میرا نہیں اور میں نہیں تو بولی چڑھا "اس نے
 ایک جگہ ہی مسکراہٹ سے اسے گویا نہیں دیا تھا۔
 راجہ کی باتوں نے اسے آگ اگلنے آتش فشاں کے
 دبانے لگا کر کیا تھا۔ وہ بہن سے کچھ بھی سوچنے
 سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ وہ کہ راجہ کے اغوا
 ذہن وہ پہلے کوڑے پر ملتا اس کے منہ سے طبعی
 کے لفظ اگلنے والے تھے اس وقت تراب لٹاری اسے
 دہلیس سے لے کر لہور پر وہ بھی مسکرتے بہت گئی۔

واکرا انجم خود بھی کا باپ ہونے کے ہاتے مجبور ہو کر
 ان کے پاس آئے۔
 تراب اور خلیفہ دونوں ان سے شرمندہ تھے۔ وہ
 فیصل کو سمجھا کے تھک گئے تھے۔ خلیفہ مہاراجہ اور تراب
 وہ لہور واد کو واپس لانے کے لیے تیار ہوئے وہ اس نے
 کہا کہ اگر وہ اس گھر میں لگی تو میں گھر سے پناہ لیتی
 جاؤں اور اس کا ذمہ! تراب نے اسے اٹھارہ بیوی چارہ لکڑ
 گئے۔ خلیفہ سے اور باقیوں میں جلد باقی تراب سے مشورہ
 کر کے وہ سواری کے ساتھ پروا سے لئے آئیں وہ گیسٹ
 لگا کر ان کو بہت چارہ تھا۔

وہ درخشاں کے گھر چلی گئیں۔ راجہ کے گھر سے
 والے جواب نے ان کی ساری امیدوں کو خاک میں ڈال
 ڈالا تھا۔

پروا نے سفارت خانے میں جاب کر لی تھی اور اس
 وقت آئی میں تھی جبکہ واکرا انجم اپنے بیوی بچوں کے
 پاس لاگت نہ شفٹ ہو گئے تھے۔

پروا انہیں کچھ بتا کر نہیں لگی تھی سون کے ہاں
 میں ایک چائس ی گزرتی تھی۔ پٹاشا بکرا لال کے
 جانی تو وہ اسے روک لیتیں یہی تھک فیصل کی انجمنی کا
 انہیں پتا تھا وہ مگر بھی اپنی غلطی تسلیم نہیں کر سکتا
 تھا۔

ان کے گھر کا وائیر اڈی بکھر گیا تھا۔

جن کے لیے میں راجہ کو شہر چھوڑ دیا تھا۔ وہ
 فیصل کے قافلے میں بہت نرم خور و مرزبان مہاراجہ
 کا شوہر تھا۔ لیکن راجہ کی بہتان طرازی نے اس کی
 ساری ہوئی حیرانگی کو بگاڑ دیا تھا۔ جن تو ہمیشہ کے لیے
 راجہ بھی وہاں رہا اور گستاخ بھی نہ تھا۔ پھر پانا
 چاہتا تھا اس موقع پر تراب اور خلیفہ اس کے ارادے
 کے آگے مضبوط دوا رہیں گے تھے۔ راجہ پر ہنگامت
 تھی وہ کسی بھی معاملہ میں یہ ختم نہیں کر سکتے تھے۔

راجہ کی بدتمیزی تراب بھی۔ اب اس کے ساتھ
 کس کی غلطی تھی تھے وہ جن کے بچے کی ماں بننے
 سے سخت نفرت کرتی تھی۔ لیکن ختم ہونے سے جب
 اس کی گود میں آکر اپنی حیران اور معصوم آنکھوں سے
 اسے دیکھا تو مستان کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اب فیصل
 کے قافلے میں جن ان دنوں بہترین شوہر نظر آ رہا
 تھا فیصل نے تو پروا کو صفائی کا موقع دیا۔ فیصل نے سڑکوں
 دانی تھی اور جن نے اس کی کتنی پڑھیں تھیں اور
 غلطیوں لکھنا ان کی تھیں۔ کس کس طرح کہہ والوں
 کے سامنے اس کا بھرم نہیں رکھتا تھا۔

جن نے اپنے کو بڑا لڑکھو ہو کر اس نے پروا کے
 معصوم ہونے کو فیصل کے ہاتھوں میں ڈھونڈا۔

"بھائی! میں اس کے صدمے راجہ کو ہدف
 کر رہی ہوں بہت شرمندہ ہے۔" پروا نے مہر کی سنی سنائی
 راجہ کو شک ہو گیا تھا۔ "یہ اس کا حسد اسے لے ڈوبا
 لیکن اب وہ تمہاری شرمندہ ہے۔" جنان
 دھماکتے ہوئے راجہ راجہ بھی بھی بھی وہی سمیت
 اس کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

مہاراجہ بہت دیر ہو چکی تھی۔ اب لڑکھو اس کی
 دھمکی میں آئیں تھی۔

وہ اپنے بچہ پر وہی سمیت آ گیا تھا۔
 پھر بھی طرح سخت ہے جس پر ہڈی سے ناراض۔
 تو وہ لڑکھو چکے تھے کتنی تہلیلوں کی تھیں۔
 تو شوہر اور راجہ وہ دونوں کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔
 ملوثی کے بھی نہ بچتے تھے۔ وہی کی شادی تو تھی وہ
 بھی صاحب لڑا تھی۔

تیسرے مجموعہ کا نام کے بعد پروا کی ادنیٰ سرگرمیوں
 رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھیں۔ اب اس نے کوئی تقریباً
 میں آٹھ ماہ گزر دیا تھا۔ خلیفہ کا عمل کب کا مست پر چکا
 تھا۔ اس کا قلمباز بھی ہو گیا تھا۔

مزد شہرت کی خاطر اس کے اندر دم توڑ چکی
 تھی۔ دعوت نامے دست لب بھی شہرت لوگ تقیبات
 منہ نہ کر کے اس کی شہرت کو کیش کر دیا تھا۔ لیکن
 وہ پہلے اپنی پروا نہیں تھی۔

پاکستان انجمن لکھنؤ میں بی تھے۔ وہ ان کے پاس قری
 باقی رہتی۔ وہ اب جتنے تھے تھے اب اس کی ایک ہی
 خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے ایک بار اپنے وطن کو
 دیکھ لیں۔

ان دنوں دیوار کو چھو آئیں جہاں ان کی یادیں
 سنسن لے رہی تھیں۔ جہاں جن کے بہت سے خوب
 صورت شب و روز بلکہ بہت بڑے تھے۔ لیکن پاکستان
 واپسی کے بعد پروا کو غم نہ تھا۔ اس نے کہا تھا "پاکستان
 آج بھی شکستستان نہیں ہے۔ میں نہیں جانتی تھی۔"
 آج اس نے جانا نہیں پتا ہے تھے اور وہ تیار نہیں
 تھی۔

وہ اپنی ضد پر پوری طرح مبنی ہوئی تھی۔ جب اس
 کے پوسٹنگ آؤڈر آئے۔ وزارت خزانے والوں نے
 اسے پاکستان تعینات کر دیا تھا۔ وہ واپس جانا نہیں
 چاہتی تھی۔ مگر دیکھا کہ اس کی درخواست رد کر دی
 گئی۔

واکرا انجم بہت خوش تھے پروا کو ہوشیار قلم راضی
 کیا تھا۔ ورنہ اس نے ریٹائرمنٹ لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔
 راجہ انہیں اور جن کی ہونے والے خوب صورت
 طریقے سے بلا میں دے کر اسے اس فیصلے سے باز کرنا
 تھا۔

فیصل واپس اسلام آباد آئے تھے لیکن اوپر کی منشی
 یہ واقع اپنے بندہ دم کو اس نے تھوڑے سے منع کر دیا

یو جی ڈرائیو کرتے کرتے وہ راننی ڈیم کی طرف
نکل گئی۔ اسے رائل ڈیم کا یہ قدرے الگ تھلک سا
حصہ بہت پسند تھا۔ اس نے گاڑی دیکھ کر پارک کی اور
خود پانی کی طرف آ کر ایک پتھر بیٹھ گئی۔ بہت خاموشی
اور سکون تھا۔ وہ سحرور لوگ بھی نہ ہونے کے برابر تھے۔
وہ پتھر بیٹھی صاف شگفتہ پانی کو دیکھ رہی تھی۔
جب اپنے پیچھے اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔
اس کے دھنسنے سے پہلے ہی وہ سامنے آ گئے۔
وہ دو لڑکے تھے۔ الحمد للہ سے میں سال کے
درمیان۔ چہرے پر شگاف کا اثرات لہے۔

"ہو کچھ بھی ہے" خاموشی سے ہمارے حوالے کر دے
اور اگر شور کیا تو یہ کون کھوپڑی کے تہ پر ہوجائے
گی۔ "وہ تہست" غر خوف ناک گواہی دیا۔ وہ سرا
پروا کو تو تکی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اندر ہی اندر سم
تی تھی۔

"میرے پاس تو کچھ نہیں ہے ہاں میرا سیل فون اور
بیک پکٹی میں رہا ہے۔" وہ بری طرح خوفزدہ تھی۔
"تمہیں ہے گاڑی؟" ان میں سے بلی شرت وہ
بولے۔ پروا کو گاڑی کی ایک تھلک کچھ خوف زدہ کرنے
کے بعد وہ لب اسے دوبارہ شرت کے نیچے چھپا چکا تھا۔
"میری گاڑی وہ سڑک سے ذرا بائٹ کر کھڑی
ہے۔" اس نے وہیں سے اشارہ کیا تو ان دونوں کی
نگاہوں نے اس کی چلتی چلنے کا تعاقب کیا۔ گاڑی دیکھ
کر ان کی آنکھیں جھک گئیں۔

"یہ تو ابھی خاموشی مٹی آسما ہی ہے استوا!"
ریڈ چیک شرت لورین کی تیز رفتاری سے بولے
بے ہوش انداز میں آنکھ دہائی تو وہ اور خوف زدہ ہو گئی۔ ان
دونوں کے تیر قہقہا اتنے نہیں لگ رہے تھے گاڑی
سے "وہاں اور ایک اٹھا کر پروانے ان کے حوالے کیا"
مگر ان کی نیت میں فتنہ آچکا تھا۔

پروا دونوں چیزیں ان کے حوالے کر کے جو نمی باہر
نکل دی شرت والے نے آنکھوں آنکھوں میں ہی
دوسرے کو اشارہ کیا۔ اس نے پروا کا بازو پکڑ کر اسے
دوبارہ گاڑی میں بدھنے کی کوشش کی۔ ان کے مذہب

غیر مذہبی ایک بل میں جگہ تھی۔
پروا نے شور مچا دیا۔ وہ دونوں قہقہا اس کے لیے
تیار نہیں تھے۔ یہ منظر یاں سے گزرنے والی ایک
گاڑی میں بیٹھے اس شخص نے بھی دیکھ لیا۔ اس نے
مزید ایک لمحہ بھی متوجہ نہیں کیا اور ان کے سر پہ پانچ
کیل ان دونوں کو اپنے ہتھیار نکالنے کی سہلت سمجھیں
تی تھی۔ اس دوران کچھ اور لوگوں کو بھی گڑبڑ کا احساس
ہو چکا تھا۔ صورت بدل گئی پانچ پانچ لے وہ بھی قریب آ گئے
تھے۔

ان دونوں کو بے بس کرنے کے بعد کسی فرشتے کی
طرح چلتی ہو جانے والے شخص نے قریبی قہقہے میں
فون بھی کر دیا تھا۔

ان سے نمٹنے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھی منہ
چھپانے دوٹی ہوئی پروا کو زلزل کی طرف آیا۔ وہ لاکھ
اپنی سسکیوں کو نکال رہی تھی۔ اس کی کوشش کر رہی تھی
لیکن نہیں کر پا رہی تھی۔ آپہیں تو شدت جذبہ سے
اس کی بھی لال ہو رہی تھیں لیکن وہ مرنے کا سہہ لیا
تھا۔

اس میں اور اوگ بھی کھڑت دیکھ رہے تھے۔
اس کے پاس آنے پہ پروا اور ایو تھ سیٹ سے اتر
گئی تھی۔ وہ جانتا تھا اس خدی ہی پروا کا لگاؤ تھا۔ کیا
ہو گا وہ اتنے سارے لوگوں میں کتنا شایا نہیں چاہ رہا
تھا۔ سو پروا بڑے آرام سے گاڑی ڈرائیو کر کے وہاں
سے نکل گئی تھی۔

فیصل لٹاری نے آنکھوں کی سرفی چھپانے کے
لیے ڈارک گلاسز پہنا لیے تھے۔

وہ گاڑی گیٹ پہ ہی پہنچ کر خود اندر آئی تھی۔ انجم
صاحب ابھی تک وہاں نہیں آئے تھے مگر پروا کے
دلکس تھے ہی بارش رہنا شہر ہو گئی تھی۔

آنکھیں اس کی بھی برس رہی تھیں اوڈن میں ہی
بیٹھی تھی۔ اب بارش کے قطرہوں اور ان کے
آنسوؤں میں فرق نہیں رہا تھا۔

فیصل لٹاری نے پروا کی گاڑی کے ساتھ ہی اپنی
گاڑی بھی پارک کر دی۔

پروا اپنی تنہا گشتیں میں غلی پھونڈی تھی۔
گیٹ کھلا ہوا تھا۔ شاید اسے بند کرنا یاد نہیں رہا
تھا۔ لان تک آتے آتے وہ بھی جھجک چکا تھا۔
وہ پتھر کی بیڑیوں کے پاس گشتوں میں سر پہے رو
رہی تھی۔ آنکھیں سے اس کا پروا دوبارہ بل رہا تھا۔
ابھی وہ بڑے گھنٹہ پہلے اس نے اپنے سامنے فیصل
لٹاری کو دیکھا تھا۔ جیسے جیسے فیصل گہرے پہلے سے
پہنچ کر چند سم اور ڈیمٹ لگ رہا تھا۔ پروا کو تو اپنی
آنکھوں پہ اب یقین ہی نہیں رہا تھا۔ جب وہ گاڑی
میں اس کے قریب پہنچا تو اس کے پاس سے وہی جانی
پہنچی ملک تہری تھی۔ اب تو اسے یقین کرنا ہی تھا۔
پروا نے نو مسلم بعد اسے دیکھ رہی تھی۔ کتنا گھبراہوا
ما تھا وہ۔ اور وہ خود یہ الی اور انتہا کی اذیت سے سستے
کہا۔ سے کیا ہو گئی تھی۔ اور وہ تک سب سے تیار
نہ تھوڑے میں بسا روز لکھ کی طرح جلد سب نظر لگ رہا
تھا۔ اس نے کتنا کچھ گھوڑا تھا اور وہ سری طرف کچھ
وہ نہ کی اذیت محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی۔ احساس
ایسی ہی لڑاں تھا۔

وہ حواہن قبول سے پتا پروا کے پاس خود بھی
بھی بیڑیوں پہ بیٹھ گیا۔
"ہی تو اپنے گھر چلیں۔" وہ اس کی طرف دیکھ
نہیں رہا تھا۔ ان نو مسلموں میں پروا کے آنسوؤں نے
اسے مست تہری تھی۔

"لیکن سے گھر؟" اس نے توپ کر گشتوں سے سر
اٹھایا تھا۔

"آپے گھر۔ اتنے سال بعد؟"
"ہاں پر کی اپنے گھر۔" تب پروا نے اس کی طرف
دیکھا۔ پروا کی لیا چوڑا فیصل لٹاری خود بھی رو رہا تھا۔

"آئی پھر لکھ دی واپسی میں۔"
"ہی پر کی اپنے گھر۔" تب پروا نے اس کی طرف
دیکھا۔ پروا کی لیا چوڑا فیصل لٹاری خود بھی رو رہا تھا۔

"ہی پر کی اپنے گھر۔" تب پروا نے اس کی طرف
دیکھا۔ پروا کی لیا چوڑا فیصل لٹاری خود بھی رو رہا تھا۔

"آپ بھگت دھونڈی تھے نا؟"
"آئی پھر لکھ دی واپسی میں۔"

"مہمت دیر لکھ دی واپسی میں۔ پروا نے نو مسلم فیصل
نو مسلم کا انتظار تم نے میرے نصیب میں لکھا ہے
میرا جرم تو جاتا ہے۔ تم نے تو مجھے اپنی زندگی سے ہی
نکل دیا۔ اس طرح جیسے میں کبھی تھی ہی نہیں۔"

"سب کچھ بتا دیں گے میں تم جلدی سے تیار ہو جاؤ"
صرف پانچ منٹ میں تمہارے پاس۔" اس نے بڑی
تیزی سے فیصل کیا تھا۔ پروا اس کی محبوب ہو گئی تھی۔
وہ اسے دوبارہ گھوڑا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی پہنچنے کی
پہلے ہی اسے مست تہری تھے۔

فیصل اور وہ مرکزی گیٹ سے اٹھتے اندر داخل
ہوئے تھے۔ سلوی اور وہ شوار بیٹھی موسم کا مزہ لے
رہی تھیں۔ یہ منظر ہی تیرن کر دینے والا تھا۔ پانچ
منٹ سے بھی کم میں گھر کے سب افراد سوائے لائیہ
کے جمع ہو کر پروا کو گھیرتے ہیں لے گئے تھے۔ کسی کو
بھی یقین نہیں آ رہا تھا پروا انیم کے گلے سے گئی اور
وہ تہری تھی۔ انیم کی بھی یہی حالت تھی۔ حضور انیم
نے کتنی ہی دنیا میں باتیں سنی ہیں سبے غرض اور
بے لوث۔ جن کو سب سے آخر میں پتا چلا تھا وہ
مٹھائی لے کر گھر آیا تھا۔ راجہ ابھی تک اس کے
سامنے نہیں آئی تھی۔ پروا کے لیوں پہ بست سے سوال
تھے۔

ایمان شور سے جاگ گئی تھی۔ اس کی خیر لکھی ہی
تھی۔ لائیہ نے اٹھ کر اس کا منہ ہاتھ دھو لیا اور باہر
آئی۔ گھر والے سارے ہاں میں بیٹھے تھے۔ لکھا تھا کوئی
مسلمان آیا ہے۔ ایمان کی انگلی پکڑے ہاں میں آئی۔
اس کے ہاتھ رانلی ہوتے ہی خاموش چھا گئی جیسے
سب کو سناپ سوچ گیا ہو۔ وہ ایک دو سرے سے
نظر میں چہارہ ہے تھے۔ لائیہ پروا کو دیکھ کر ٹھٹھکی سی گئی
تھی۔ یہ صورت اس کے لیے جالی پہنچانی تھی۔ پروا کو

